فہرست

لمعات:

(اقتصادی استحکام کے بغیر جنگ نہیں جیتی جاسکتی)	ادارہ	3
استدراک	خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی	6
کیا ہم مسلمان ہیں؟؟؟ (بانگے نامہ)		14
اسلام اور سپریم کورٹ	عبداللہ ثانی، پشاور	17
بیادِ غلام احمد پرویزؒ	محمد اشرف ظفر، لاہور	41
مراسلات	ادارہ	44
انتخاب لغات القرآن	ڈاکٹر انعام الحق، اسلام آباد	46

ENGLISH SECTION

JIHAD IS NOT TERRORISM (JIHAD)
by Ghulam Ahmad Parwez
English Rendering by Shahid Chaudhry 1
BELIEF IN ONE ALLAH
By Maj Gen (Rtd) Ihsan-ul-Haq 8

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

اقتصادی استحکام کے بغیر جنگ نہیں جیتی جاسکتی

بھارتی اور امریکی دہشت گردی کے خلاف مہم کی کامیابی کے لئے پاکستان کا معاشی طور پر مستحکم ہونا ضروری ہے۔ صنعتوں کو تباہی سے بچا کر ترقی کی راہ پر گامزن کرنے، زراعت کو خشک سالی سے بچا کر زیادہ پیداوار حاصل کرنے اور لوڈ شیڈنگ کے جلد خاتمے کے لئے دوسرے اقدامات کے علاوہ سول جوہری توانائی کا حصول بھی ضروری ہے۔ ملک کو اس وقت پانی کی شدید قلت کا سامنا ہے جو زراعت کے لئے آبپاشی اور صنعتوں کے لئے بجلی کی فراہمی کا ذریعہ ہے۔ پانی کی اس قلت کا ایک سبب بھارتی طرزِ عمل ہے جس کے مقبوضہ کشمیر میں بند باندھنے اور پانی روکنے کے دوسرے ہتھکنڈوں کے باعث وطن عزیز کی لاکھوں ایکڑ اراضی آبپاشی سے محروم ہے جبکہ تربیلا اور منگلا جھیلوں کے 12 یونٹ بند ہونے کے باعث بجلی کی پیداوار مزید 1725 میگاواٹ کم ہوگئی ہے۔ ایک طرف پانی کی قلت کی صورت میں ملک کی صنعت، زراعت، کاروبار یہاں تک کہ انسانوں اور جانوروں کے زندہ رہنے کے حق پر حملہ ہے تو دوسری جانب غربت، پسماندگی اور بیروزگاری کے شکار نوجوانوں کو پراسرار ذرائع سے آنے والے خطیر سرمائے اور ہتھیاروں کے بل پر دہشت گرد بنانے کا عمل ہے جس سے نمٹنے کے لئے ملک کو اقتصادی طور پر مضبوط بنانا ناگزیر ہے۔ اس ضمن میں جنگ سے ہونے والے نقصانات کے ازالے اور پاکستان کے حصے کا پانی نہ روکے جانے کی ضمانت کے علاوہ سول نیوکلیئر ٹیکنالوجی کی فراہمی بھی ضروری ہے تاکہ بجلی کی کمی کو پورا کرکے لوڈ شیڈنگ پر قابو پایا جاسکے، صنعتوں کا پہیہ رواں دواں رکھنے کو یقینی بنایا جاسکے، آبپاشی کے لئے اضافی پانی مہیا کرنے کی تدابیر کی جاسکیں اور معیشت کی بڑھوتری اور شرحِ نمو کو تیز کیا جاسکے۔ حکومت پاکستان کو سفارتی اور دیگر ذرائع سے امریکی حکومت کے ایوانوں، سینٹ اور کانگریس کے ارکان، تھنک ٹینکس اور رائے عامہ سے تعلق رکھنے والے بااثر عناصر سے رابطہ کرکے انہیں قائل کرنا ہوگا کہ پاکستان کو سول جوہری ٹیکنالوجی کی فراہمی پاکستان کی اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے خلاف عالمی مہم کی کامیابی کی بھی کنجی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ۔گل بہار صاحبہ	بروز جمعہ	10AM
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ: شیخ صلاح الدین‘فون۔0992-334699‘موبائل0321-9813250	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق‘ مکان نمبر 302‘ سٹریٹ نمبر 57‘ سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق‘ فون نمبر 051-2290900‘ موبائل:0333-5489276	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی‘ بیت الحمد‘ 180-AB-4‘ شادمان کالونی‘ ایم۔اے جناح روڈ‘ رابطہ میاں احمد علی:0442-527325‘ موبائل:0321-7087325	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔رابطہ فون نمبر:	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن‘ پوسٹ آفس فوجی ملز‘ نزد بیکن ہاؤس سکول۔رابطہ فون نمبر:	ہر ماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز‘ زرعی سروس‘ ڈیرہ غازی خان۔رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔موبائل:0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	11/9-W‘ گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج‘ فون:047-6331440-6334433۔	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدرآباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری‘ B-12‘ حیدرآباد ٹاؤن‘ فیز نمبر 2‘ قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔رابطہ فون:022-654906	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور‘ کمرہ نمبر 114‘ فیضان پلازہ۔کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ‘ موبائل:0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود‘ مکان نمبر 14/A‘ گلی نمبر 4‘ راہِ طلوع اسلام‘ جنجوعہ ٹاؤن‘ اڈیالہ روڈ‘ نزد جراہی سٹاپ‘ راولپنڈی۔رابطہ: رہائش:051-5573299‘ موبائل:0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان‘ محلہ نظام آباد‘ وارڈ نمبر 9 خان پور‘ ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔فون نمبر گھر:068-5575696‘ دفتر:068-5577839	بروز جمعہ	3PM

سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹرسٹی، سٹی ہاؤس، سٹی سٹریٹ، شہاب پورہ روڈ، رابطہ: محمد حنیف 03007158446۔ محمد طاہر بٹ 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار 5PM
سرگودھا	B-4، گلی نمبر 7، بلاک 21، نزد مکی مسجد چاندنی چوک، رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 048-711233	بروز منگل 7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر، فرسٹ فلور، مین ڈگلس پورہ بازار، رابطہ: محمد عقیل حیدر، موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ 4PM
فتح پور، سوات	فتح پور، سوات، رابطہ: خورشید انور، فون: 0946600277، موبائل: 0303-8621733	بروز اتوار 3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام، سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار 9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد، فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار 10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر، عبداللہ ہارون روڈ، رابطہ محمد اقبال۔ فون: 021-35892083، موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار 10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16، گلشن مارکیٹ، کورنگی نمبر 5۔ رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 021-35031379-35046409، موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار 2PM
کراچی	نالج اینڈ وزڈم سنٹر، ڈی۔2، گراؤنڈ فلور، ڈیفنس ویو، نزد اقراء یونیورسٹی۔ رابطہ: آصف جلیل فون نمبر: 021-35801701، موبائل: 0333-2121992، محمود الحسن۔ فون: 021-35407331	بروز اتوار 11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 081-825736	بروز اتوار 4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری، گل روڈ، سول لائنز۔ رابطہ: موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ بعد نماز عصر
لاہور	B-25، گلبرگ 2، (نزد مین مارکیٹ، مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار 10AM
لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ، رابطہ فون: 074-4042714	بروز جمعہ بعد نماز مغرب
منڈی۔۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد، (وڈیو کیسٹ) برمکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1، محلہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 0456-502878	بروز جمعہ 10 AM
نواں کلی، صوابی	رابطہ بابو اسرار اللہ خان، معرفت ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق، محلہ خدر خیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار 10 AM
صوابی	بمقام چار باغ، (حجرہ ریاض الامین صاحب)، (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز، مردان روڈ، صوابی) فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092	بروز اتوار 3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِ شرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہو چکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔ شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہرعباس، فاضل درسِ نظامی

استدراک

میرا ایک مضمون، رسالہ طلوع اسلام کے اگست کے ایشو میں ''حضراتِ گرامی قدر'' کے عنوان سے طبع ہوا ہے۔ اصل میں یہ ایک تقریر تھی جو محترم المقام جناب پرویز صاحب مرحوم کی برسی کے موقع پر کرنی تھی۔ کسی وجہ سے وہ تقریر نہیں ہو سکی اور طلوع اسلام نے اس کو مضمون کی شکل میں طبع فرما دیا جس کے لئے میں ان کا بہت شکرگزار اور ممنون ہوں۔

مضمون کے متن میں صفحہ اکتیس (31) پر یہ چند سطور مرقوم ہیں ''غیر اسلامی حکومت کے ماتحت زندگی بسر کرنے والا ہر فرد مجرم ہوتا ہے اور اس کے لیڈر زا کابر مجرمین ہوتے ہیں۔ غیر اسلامی حکومت میں کمائے ہوئے رزق کا ایک ایک لقمہ حرام ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ غیر اسلامی نظام میں اللہ و رسول کی اطاعت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔'' قارئین کو معلوم ہے کہ تقریر اور تحریر کا انداز بالکل مختلف ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنی ہر بات کی تائید میں قرآنی آیت تحریر کرے، اور اس کے ساتھ اس کا حوالہ بھی دے۔ میں نے اپنی تحریر میں ہمیشہ اس بات کا التزام رکھا ہے۔ یہ مضمون چونکہ ایک تقریر تھی، اس لئے آیات کے حوالے درج نہیں کئے گئے تھے۔ اسی وجہ سے میرے پاس متعدد خطوط اور ای میلز آئے ہیں کہ میں نے مضمون میں جو باتیں تحریر کی ہیں وہ محلِ نظر ہیں اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ اگر وہ امور درست اور صحیح ہیں تو قرآن کریم سے ان کے حوالے دیئے جائیں۔ میں نے نہایت دوٹوک اور Precise طریقہ سے تین نکات اس تقریر میں تحریر کئے تھے اور یہ تین نکات تحریک طلوع اسلام کے وہ بنیادی و امتیازی نظریات ہیں جن کی وجہ سے یہ تحریک دوسری تحاریک سے ممیّز ہو کر، ایک منفرد حیثیت کی حامل قرار پاتی ہے اور قریب چودہ سو سال کے عرصہ میں ان نظریات کی حامل کوئی تحریک برپا نہیں ہوئی اس لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ان نکات کو قرآنی آیات کی تائید کے ساتھ پیش خدمت عالی کیا جائے۔ مضمون کو Precise کرنے کے لئے تینوں نکات وضاحت سے تحریر کئے جاتے ہیں۔

(1) غیر اسلامی نظام میں اللہ و رسول کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔

(2) غیر اسلامی نظام میں زندگی بسر کرنے والا ہر فرد مجرم ہوتا ہے اور اس کے لیڈر اکابر مجرمین ہوتے ہیں۔

(3) غیر اسلامی نظام میں کمائے ہوئے رزق کا ایک ایک لقمہ حرام ہوتا ہے۔

پہلی شق کے بارے میں عرض خدمت ہے کہ نزول قرآن کے دوران مختلف امور کے متعلق جو قوانین و احکامات دیئے جا رہے تھے تو ان پر عمل کرنے کی یہ صورت ہوتی تھی کہ صحابہ کرامؓ ان پر اجتماعی طور پر ایک نظام کی وساطت سے عمل کرتے تھے۔ زکوٰۃ، خمس، صدقات کے احکام نازل ہوئے تو لوگوں نے انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا نہیں کی کہ جس کا دل چاہا اس نے اپنی مرضی سے اپنی متعین کردہ شرح کے مطابق کسی کو زکوٰۃ ادا کر دی بلکہ اس کی عملی شکل یہ تھی کہ وہ رقم حضورﷺ کو پیش کی جاتی تھی اور حضورﷺ اس کو بطور سربراہ مملکت کے بیت المال سے لے کر مستحقین کی تقسیم فرما دیتے تھے۔ اس طرح جب احکامات تعزیرات نازل ہوئے کہ زانی کو سو کوڑے مارو یا چور کا ہاتھ کاٹ دو تو لوگوں نے ازخود ان احکامات پر عمل نہیں کیا کہ کسی کے گھر میں چوری ہو گئی اور اس نے محلّہ کے لوگوں کو جمع کر کے، چور کے ہاتھ کاٹ دیئے بلکہ صحیح صورت یہ ہوتی تھی کہ زنا یا چوری کے جرم کی اطلاع مدینہ میں حضورﷺ کو اور مدینہ کے باہر حضورﷺ کے مقرر کردہ مقامی افسران، اولی الامر کو دے دی جاتی تھی، وہ مقامی حاکم، یعنی حضورﷺ کا مقرر کردہ ولی الامر اس جرم کی تحقیق کر کے، اس کیس کو Dispose off کر دیتا تھا۔ قرآنِ کریم کے نازل کردہ احکام کی اطاعت اس مرکز کی معرفت، اجتماعی طور پر کی جاتی تھی۔ انفرادی طور پر ان کی اطاعت الگ الگ نہیں کی جاتی تھی۔ اس مرکز کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہوتی تھی۔ چونکہ وہ احکام اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہوتے تھے، اور ان کو عملی طور پر حضورﷺ بحیثیت سربراہ مملکت کے جاری فرماتے تھے، اس لئے اس نظام (مرکز) کی اطاعت سے اللہ و رسول دونوں کی اطاعت ہو جاتی تھی۔ مرکز کی اجتماعی اطاعت ہوتی تھی۔ حضورﷺ کو حکم تھا: فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ (5:48) قانون خداوندی کے مطابق ان میں فیصلہ کرو، تو ہر تنازعہ کا فیصلہ مرکز کی طرف سے ہوتا تھا اور مرکز کے فیصلوں کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی تھی۔ ارشاد ہوتا ہے: فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (4:65) پس اے رسول تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم حضورﷺ کے دور تک محدود نہیں تھا بلکہ اس کی فرضیت حضورﷺ کے جانشینوں کو بھی اپنے احاطہ میں لے لیتی ہے۔ اب اگر کسی کو اللہ و رسول کی اطاعت کرنی درکار ہے تو اس پر فرض ہے کہ پہلے وہ اسلامی حکومت کا مرکز قائم کرے، جو ما انزل اللہ کے مطابق فیصلے کرے، پھر اس مرکز کی اطاعت کو اللہ و رسول کی اطاعت شمار کرے، اس مرکز کے قیام کے بغیر

اللہ ورسول کی اطاعت کرنا ''حدیثِ بےخبراں'' ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: یَـا أَیُّھَـا الَّذِیْنَ ......(4:59) ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں۔ یہ آیہ مبارکہ اس قدر جامع آیت ہے کہ اس ایک آیت میں ہی اللہ تعالیٰ نے اسلامی نظام کا مکمل نقشہ عطا کر دیا ہے۔ اور اس آیت کو صحیح طور پر سمجھنے سے ہی تحریک طلوع اسلام کا نظریہ واضح ہوجاتا ہے۔ **اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول.** یہ قرآن کریم کی ایک مخصوص اصطلاح ہے اور اس سے مراد نظام خداوندی کی اطاعت ہوتی ہے جسے سب سے پہلے حضورﷺ نے عملاً جاری کیا تھا اس کے لئے آیات 4:59, 9:62, 9:74, 9:59, 9:24 ملاحظہ فرمائیں۔ اس نظام میں جو تنازعے مدینے کے باشندوں کے درمیان ہوتے تھے وہ حضورﷺ کے سامنے پیش کر دیئے جاتے تھے لیکن دور دراز کے مقامات کے تنازعات' حکومت کے مقامی حکام' اولی الامر کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ ان مقامی حکام کی اطاعت' مرکزی حکومت' یا دوسرے الفاظ میں' حضورﷺ کی اطاعت ہوتی تھی۔ یہ اطاعت حضورﷺ کی ذاتی اطاعت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ اس میں یہ فرق ضرور تھا کہ مقامی حکام کے فیصلوں کے خلاف مرکز میں اپیل ہوسکتی تھی جبکہ مرکز (حضورﷺ) کا فیصلہ حتمی Final ہوتا تھا' بہرحال حضورﷺ کی اطاعت' اس نظام میں' ان کے اپنے ماتحت اولی الامر کی وساطت سے ہی ہوتی تھی۔ اب اگر نہ تو حضورﷺ کے مقرر کردہ اولی الامر ہوں' اور نہ ہی وہ نظام جاری ہو' جو قرآن کریم کے احکامات نافذ کر رہا تھا۔ تو پھر اس صورت میں حضورﷺ کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔ حضورﷺ کی اطاعت صرف نظام میں' ان کے اولی الامر کی وساطت سے ہی ہوسکتی ہے۔ چونکہ اس نظام کو آگے چلنا تھا' اس لئے حضورﷺ کے بعد' آپ کے خلفاء اور جانشینوں اور ان کے مقرر کردہ اولی الامر نظام کی معرفت حضورﷺ کی اطاعت ہوتی ہے' اس مقصد کی تائید کے لئے چند احادیث پیش خدمت عالی کی جاتی ہیں۔ جن سے اسلامی حکومت' امام وقت کی اہمیت اور اس کی اطاعت کی وضاحت ہوتی ہے۔

(1) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے امام کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امام کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری شریف' کتاب الاحکام)

(2) ابوذر سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نظام جماعت سے بالشت بھر بھی ہٹا' اس نے درحقیقت گردن سے اسلام کا حلقۂ اطاعت نکال پھینکا۔

(3) جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں خلیفہ کی بیعت کا قلادہ نہیں ہے' وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم شریف' باب الامر بلزوم الجماعۃ)۔

ان سطور میں آیاتِ قرآنی اور ارشادات نبوی سے یہ بات ثابت کی جا رہی ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے کے لئے قرآن کریم کو بحیثیت ایک نظام' ایک ضابطۂ حیات کے متمکن کرنا لازمی و ضروری ہے۔ اس نظام کی اطاعت سے اللہ و رسول کی اطاعت ہوتی ہے اور اس نظام کا سربراہ' ایک زندہ اتھارٹی کی شکل میں موجود ہوتا ہے جس کے احکامات پہلے سنے جاتے ہیں اور ان کے بعد ان پر عمل کیا جاتا ہے۔(64:16, 24:51, 8:20, 2:285)-

اس منشا و فحویٰ کو مزید مرتکز طور پر بانداز دیگر یوں بھی واضح کیا جا سکتا ہے کہ یہ عقیدہ تو ہم سب مسلمانوں کا مشترک عقیدہ ہے کہ حضورﷺ نے اپنے دورِ مبارک میں ایک مملکت قائم فرما لی تھی جس کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تھا۔ حضورﷺ خود ماانزل اللہ کے مطابق فیصلے فرماتے تھے (5:48-49) حضورﷺ کے اپنے دور میں عدالتیں بھی قائم ہوگئی تھیں (4:58, 5:106, 24:5) اور جگہ جگہ مقامی حکام یعنی اولی الامر بھی مقرر فرما دیئے گئے تھے (4:59, 4:83) ہمارے علماء اس بات میں بھی ہم سے متفق ہیں کہ حضورﷺ کے دور میں اس نظام کی اطاعت' جو حضورﷺ نے قائم فرمایا تھا' اللہ و رسول کی اطاعت تھی۔ اس بات میں ہم سب متفق ہیں۔ البتہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورﷺ کے بعد حضورﷺ کی اطاعت کس طرح کی جائے۔ ہمارے علماء کرام حضورﷺ کی اطاعت احادیث کی طرف منتقل کر دیتے ہیں کہ اب احادیث سے حضورﷺ کی اطاعت ہوتی ہے جبکہ تحریک طلوع اسلام کا یہ منفرد نظریہ ہے کہ یہ اطاعت حضورﷺ کے خلفاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور خلفاء کی اطاعت سے حضورﷺ کی اطاعت ہوتی ہے اور اگر اس نظام کو چلانے کے لئے خلفاء بحیثیت ایک زندہ اتھارٹی کے موجود نہ ہوں اور ان کے احکامات کی تعمیل نہ ہو رہی ہو' تو پھر حضورﷺ کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ چونکہ احادیث کی اطاعت کرنے میں کسی نظام کی ضرورت ہی نہیں ہوتی' اس لئے ہمارے علماء کرام کے نزدیک نظام کے قیام کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

شق نمبر دو (2) کا مضمون یہ تھا کہ غیر اسلامی حکومت میں زندگی بسر کرنے والا ہر فرد مجرم ہوتا ہے۔

أَوَ مَن كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (6:122)-

(ترجمہ) کیا جو شخص (پہلے) مردہ تھا' پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے' اس شخص کا سا ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ ہر طرف سے

اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر موت و حیات کا مفہوم واضح کیا ہوا ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ خدا کا زندگی بخشنے والا پیغام حیات' ان ہی لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے جو زندہ ہوں اور زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتے ہوں 36:70۔ اس آیہ کریمہ میں بھی مردہ سے مراد وہ ہیں جو اسلامی نظام قائم کرنے کے خواہش مند نہ ہوں اور زندہ وہ ہے جو اسلامی نظام قائم کر کے' قرآنی مشعل و قندیل کی روشنی چاروں طرف بکھیرتا ہو' اس آیہ سے اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (6:123)-

(ترجمہ) اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے قصور واروں کو سردار بنایا تا کہ ان میں مکاری کریں' اور وہ لوگ جو کچھ بھی مکاری کرتے ہیں' اپنے ہی حق میں برا کرتے ہیں۔

قرآن کریم ظلم و جور پر مبنی نظام کے لیڈرز و عمائدین کو **اکابر مجرمین** 6:123' مجرموں کا سردار کہتا ہے۔ اس کی رو سے اس نظام کا ایک ایک فرد مجرم ہے لیکن اس کے لیڈر اکابر مجرمین ہوتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو قوم کو دارالبوار (14:28) تباہی کے گھر میں اتار دیتے ہیں۔ حضرت صالح نے جب قوم ثمود کی اصلاح کی کوشش شروع کی تو انہیں بہت مایوسی ہوئی کہ اس قوم میں اصلاح کیسے ہو گی؟ تو انہیں جواب ملا۔ **وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ** (27:48)- اس سلطنت کے دارالخلافہ میں نو (9) لیڈر ہیں جو ساری خرابی کا سبب ہیں۔ صرف ان کی وجہ سے ساری قوم ثمود بگڑی ہوئی ہے۔ اگر ان نو آدمیوں کی اصلاح ہو جائے تو پھر معاشرہ درست ہو جائے گا۔ قرآن کریم کی رو سے جو لوگ ایمان لے آئیں' مگر وہ ایمان لانے کے باوجود' اسلامی مملکت کی طرف ہجرت نہ کریں تو قرآن ان کی کسی قسم کی مدد کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا** (8:72)- لیکن جو لوگ مسلمان تو ہو گئے' لیکن انہوں نے اپنا وطن نہیں چھوڑا' (غیر اسلامی نظام میں رہے) تو ان کی مدد و اعانت تم پر فرض نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے تمہارے ساتھ نہ آ ملیں۔ یہاں **حتی یھاجروا** کے الفاظ غور طلب ہیں کہ مدد کرنے کا معیار صرف ایمان نہیں ہے' بلکہ اسلامی حکومت کی طرف ہجرت ہے۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ بیان فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ

مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءتْ مَصِيراً (4:97)-
بے شک جن لوگوں کی قبض روح فرشتوں نے اس وقت کی ہے کہ دارالحرب میں پڑے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے تو فرشتے فیضِ روح کے بعد حیرت سے کہتے ہیں تم کسی حالت غفلت میں نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو روئے زمین پر بے کس تھے تو فرشتے کہتے ہیں کہ خدا کی زمین میں اتنی بھی گنجائش نہیں تھی کہ تم ہجرت کر کے چلے جاتے۔ پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ (جو دارالحرب میں ہے) جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان آیات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کی رو سے غیر اسلامی نظام میں زندگی گذارنا کس طرح ممنوع ہے۔

اس تقریر کا تیسرا نکتہ یہ تھا کہ غیر اسلامی نظام میں جس قدر بھی رزق حاصل ہوتا ہے وہ سب حرام ہے' اور اس کا ایک ایک لقمہ حرام ہوتا ہے۔ یہ نکتہ سب سے زیادہ Punching اور کاٹنے والا ہے' کیونکہ ہمارا اس نکتہ سے روزمرہ کا تعلق ہے۔ اس لئے یہ سب سے زیادہ تکلیف دہ اور Teasing ہے' اور اتفاق سے یہی نکتہ سب سے زیادہ واضح اور دوٹوک بھی ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ جو لوگ قانون خداوندی کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ کافر' ظالم اور فاسق ہوتے ہیں۔ 5:44-45,47' ان آیات کا اطلاق صرف سیاسی احکام پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کا اطلاق معاشی نظام پر بھی ہوتا ہے۔ ہر وہ معاشی نظام جس کی اساس قرآن کریم پر نہیں ہے' وہ معاشی نظام باطل پر مبنی ہوتا ہے اور اس کا حاصل کردہ رزق کسی حال میں بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ جب رزق کی تقسیم قرآن کے قوانین کے مطابق ہو گی اس وقت وہ رزق حلال ہو گا اور اس کی واضح علامت یہ ہے کہ: وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا (11:6)- زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں جس کی روزی خدا کے ذمہ نہ ہو۔ جب تک مملکت کے ایک ایک فرد کو رزق مہیا نہیں ہوتا' اس کی تقسیم قانون خداوندی کے مطابق نہیں' چونکہ رزق کی تقسیم قرآنی احکام کے مطابق نہیں ہے' اس لئے وہ رزق قطعاً حرام ہے۔

اس کے علاوہ ربٰو قرآن کی رو سے قطعاً حرام ہے۔ وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (2:275)- اللہ نے تجارت حلال کی اور سود حرام قرار دیا ہے' جب کبھی اور جہاں کہیں بھی غیر اسلامی نظام ہو گا' اس جگہ ربٰو کا چلن ضرور ہو گا۔ ربٰو خود اللہ و رسول کے خلاف جنگ' اور اسلامی نظام کے متبادل ایک نظام ہے۔ ورلڈ بینک' آئی۔ایم۔ایف اور تمام بین الاقوامی اداروں سے جو ہم قرض لیتے ہیں' ان سب کا دارومدار ربٰو پر ہے۔ آج کل تمام حکومتوں کا نظام ہی ربٰو پر ہے۔ اس ربٰو کے ذریعہ جس قدر رزق حاصل ہو رہا ہے وہ سب حرام ہے۔

ہمارے ہاں پاکستان میں جاگیرداری نظام بھی

جاری ہے۔ ہمارے بڑے بڑے لیڈرز کا گذارا ہی **جاگیرداری** پر ہے۔قرآن کریم کی رو سے ملکیت زمین جائز ہی نہیں ہے۔منطق اور عقل عامہ کی کوئی دلیل زمین کی ملکیت ثابت نہیں کرسکتی۔صرف یہ ثابت کرسکتی ہے کہ یہ زمین وراثت میں حاصل ہوئی ہے۔لیکن یہ کہ سب سے پہلا' مورثِ اعلیٰ اس کا مالک کیسے ہوسکتا ہے' یہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا اس لئے قرآن کی رو سے جاگیر اور مربعوں کی آمدنی جائز نہیں ہے۔

البتہ یہاں جائز رزق حاصل کرنے کے بارے میں دو مغالطوں کا دور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے' کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اگرچہ ملک کا نظام ربو پر مبنی ہو' لیکن ہم چونکہ اپنی تنخواہ یا اجرت' محنت کرنے کے بعد لیتے ہیں' اس لئے وہ ہم پر حلال ہے' لیکن یہ بات درست نہیں ہے' مالِ مسروقہ اگر کئی واسطوں کے بعد بھی خرید کیا جائے وہ مال مسروقہ ہی رہتا ہے' اس کی ملکیت جائز نہیں ہوتی۔بعض حضرات سورہ مائدہ کی آیات کریمات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ آیات یہود سے متعلق ہیں اور انہیں یہ حکم تھا کہ اگر انہوں نے ماانزل اللہ کے متعلق فیصلے نہ کئے تو وہ کافر ہو جائیں گے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ ہمارا ان آیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔لیکن یہ بھی ایک مغالطہ ہے چونکہ اس مغالطے میں ہمارے علماء بھی مبتلا ہیں' اس لئے اس مغالطہ کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

پہلی اصولی بات تو یہ ہے کہ دین اول دن سے آج تک ایک ہی چلا آ رہا ہے' دین کی غایت الغایات خدا کی حاکمیت ہے جس کا عملی طریقہ اس کی کتاب کی حکمرانی ہے۔ہر رسول نے یہی فرمایا: یَـا قَـوۡمِ اعۡبُدُواْ اللّـهَ (11:50)- محکومیت صرف خدا کے لئے ہے۔لہٰذا یہ اصول جو لوگ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔اس قانون کا اطلاق ہر رسول' اس کی کتاب' اور اس کی امت پر ایک جیسا ہو گا اور ہم پر خصوصاً اس کا اطلاق ہوتا ہے۔کیونکہ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے۔دوسروں کے پاس اصل حالت میں موجود ہی نہیں ہے۔

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص انجیل وتوریت کے مطابق فیصلے نہ کرے وہ کافر ہے۔بلکہ کہا یہ ہے کہ جو ماانزل اللہ کے مطابق فیصلے نہ کرے وہ کافر ہے۔ یہود و نصاریٰ کا ماانزل اللہ' توریت و انجیل تھی۔ ہمارے لئے ماانزل اللہ قرآن کریم ہے۔ان کا ماانزل اللہ ان کی کتابیں تھیں' ہمارا ماانزل اللہ ہماری کتاب اللہ ہے۔جس کے مطابق فیصلے کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ہم پر خصوصاً زیادہ لازم ہے کیونکہ اب ماانزل اللہ صرف ہمارے پاس ہے' اور کسی کے پاس غیر محرف شکل میں ماانزل اللہ ہے ہی نہیں۔اس لئے وہ ماانزل اللہ کے مطابق فیصلے کر ہی نہیں سکتے۔

قارئین کرام کے حکم کے مطابق ان تینوں نکات کی

وضاحت پیش خدمت عالی کر دی گئی ہے۔ آیات کریمات کے حوالہ جات بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ آپ قرآن کریم کے نسخے سے ان کے تراجم ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ چونکہ یہ نکات ونظریات تحریک طلوع اسلام نے صدر اول کے بعد اب پہلی مرتبہ پیش کئے ہیں' اس لئے ان سے نکارت محسوس ہوتی ہے۔ بار بار پڑھنے اور غور کرنے سے یہ نکارت دور ہو جائے گی۔ شرط صرف اطاعتِ قرآن کی طرف رغبت اور طبیعت کی سعادت ہے۔

نخواہم دریں نوع گفتن بسے
کہ حرفے بس' از کار بندد کسے

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورہ روم' لقمان' السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ احزاب' سبا' فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	541	325/-
سورۃ الکہف وسورہ مریم	(18-19)	511	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	263	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	453	325/-				
سورۃ النمل	(27)	280	225/-				
سورہ القصص	(28)	334	250/-				
سورہ عنکبوت	(29)	387	275/-				

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بانکے نامہ

کیا ہم مسلمان ہیں؟؟؟

میاں ہم لوگ خود کو مسلمان اور اسلام کو اپنا دین مانتے ہیں اور اس حوالے سے اتنے جذباتی ہیں کہ ہمارے جذبات کی شدت اور گھٹن نے ہماری ہی عقل کو ازلی اور ابدی نیند سلایا ہوا ہے۔ لگتا ہے ہم لوگوں نے عقل کو ''پنی پیک'' ہی خدا کو واپس کرنا ہے۔ ایسی حفاظت کرتے ہیں ہم لوگ عقل کی کہ کسی دوسرے کو تو بعد میں اس کی زیارت یا ضیافت نصیب ہوگی' خود ہم اپنی ہی عقل کو کبھی نہیں دیکھتے اور نہ ہی اس کے استعمال کی سعادت ہمیں عمر بھر نصیب ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری طرف اسلام سوائے عقل کے استعمال کے نہ سمجھ آ سکتا ہے اور نہ ہی اس نظام کی تشکیل ہو سکتی ہے جو اس دین کا حقیقی نتیجہ ہے۔

میاں تم خود کو مسلمان کہتے ہو اور مسلمان وہ ہوتا ہے جو دینِ اسلام کا ماننے والا ہو اور اس پر عمل کرنے والا ہو۔ یہ اسلام کیا ہے؟ کچھ معلوم بھی ہے کسی کو؟ جس دین کو مانتے ہو کیا اس کے حقیقی مطلب سے بھی واقف ہو کہ نہیں؟ خود کو اس مطلب کے آئینے میں دیکھو اور خود فیصلہ کر لو کہ ہم کیسے' کتنے اور کس طرح کے مسلمان ہیں۔

لفظ اسلام کا مادہ ''سَلَم'' ہے۔ اسی مادے سے چونکہ اس لفظ اسلام کی تشکیل ہوئی ہے اس لئے اس کا مطلب ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہی مطلب دراصل دینِ اسلام کے مقصد اور اس کے مختلف پہلوؤں کو تشکیل دیتا ہے اور اس نظامِ حیات کے خدوخال کو واضح کرتا ہے جو اس دین کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہونا چاہئے۔

1- ''سلم'' کا ایک مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے عیب' برائی' نقص' کمی' کجی وغیرہ سے پاک صاف ہو جانا۔ ہر ایک کمی کا پورا ہو جانا۔ یعنی اس طرح مکمل ہو جانا کہ پھر کوئی بھی کمی' کوئی بھی نقص باقی نہ رہے۔ دوسرے لفظوں میں انسانی صلاحیتوں کی بے عیب تشکیل' تکمیل اور ہر لحاظ سے مکمل نشوونما۔

2- اس مادے کا دوسرا مطلب ہے کہ ہر نوعیت کی آفات' تمام اقسام کے حادثات اور خطرات وغیرہ سے مکمل طور پہ محفوظ رہنا۔ خود خدا کے ناموں میں سے ایک نام ''سلام'' ہے۔ اس واسطے کہ اس نے تمام مخلوقات اور اپنی تخلیق کے نظام کو ہر قسم کے انتشار اور خلل سے محفوظ اور بصد خیریت و عافیت رکھا ہے۔ اس لحاظ سے آفتوں اور مصیبتوں سے بچے رہنا اس لفظ کے ایک اور معنی ہوئے۔

3- کسی بلندی یا اونچائی تک پہنچنے کا قابلِ اعتماد محفوظ اور بھروسے والا ذریعہ اس مادے کا تیسرا مطلب ہے۔ یعنی ایسے تمام ذرائع کی موجودگی جن کے ذریعے کوئی بھی شخص مکمل اعتماد، نہایت یقین اور بھرپور حفاظت کے ساتھ بلندیوں اور ترقیوں تک پہنچ جائے۔ اس کے اس سفر میں کسی قسم کا کوئی خوف، شک یا بے یقینی نہ ہو اور مکمل بھروسے اور بے نہایت یقین کے ساتھ آگے کا سفر جاری وساری رہے۔

4- پاؤں ملا کر اس طرح چلنا کہ ان میں مکمل ہم آہنگی ہو، یعنی صلح اور صفائی کے ساتھ رہنا اس مادے کا چوتھا مطلب ہے۔ بالفاظ دیگر خود بھی امن وآشتی اور محبت اور سلامتی کے ساتھ رہنا اور اپنی ذات کی وجہ سے دنیا میں بھی امن وسلامتی قائم رکھنا۔ یہ وہ جہت ہے جس سے ہمارے اسلامی معاشرے کا صحیح اور غیر مبہم تصور سامنے آتا ہے۔

5- اس مادے کے ایک معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ سپردگی یعنی جھک جانے کے ہیں۔ تمام تر انکساری اور نرمی کے ساتھ قوانینِ خداوندی کی مکمل اطاعت کے ہیں۔ گویا اس کے ذریعے اس نظام کی تشکیل کے ہیں جہاں صرف اور صرف سلامتی ہو۔

6- چھٹا معنی اس مادے کا یہ ہے کہ ادھر سے ادھر نہ ہونا۔ راستے کے درمیان میں چلنا۔ میانہ روی اختیار کرنا اور لغویات سے پرہیز کرنا۔ لہٰذا اس رو سے اعتدال اور توازن کی ایسی راہ اختیار کرنا جس میں کسی قسم کی برائی، لغویت یا بے ہودگی شامل نہ ہو۔

7- کوششوں کا نتیجہ خیز ہونا، اعمال کی مکمل اور جائز جزا ملنا، کسی بھی عمل کا رائیگاں نہ جانا..... یہ اس مادے کا ایک اور مطلب ہے۔ یعنی کوشش کے ہر درخت کا ضرور بالضرور ثمر بار ہونا۔

8- اس مادے کا ایک اور مطلب حسن وخوش نمائی، تازگی اور توازن بھی ہے۔

یہ ہے میاں ہمارے دین کی وہ اصل جو اللہ نے مقرر کی ہمارے لئے۔ وہ بنیاد جو محض لفظ نہیں بلکہ ایک ایسا نظام ہے جو صرف اور صرف عمل سے ممکن ہے۔ اب ذرا میاں خود کو لفظ اسلام کے حقیقی مطلب کی اس کسوٹی پر پرکھ کے دیکھو اور بتاؤ کہ کیا جو مطالب اور مفاہیم اسلام کے ہیں، ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ہم میں موجود ہے کہ ہم خود کو کم از کم اتنا ہی مسلمان کہہ سکیں۔ اسلام اپنے نظامِ حیات کے ذریعے انسان کی تمام تر کمیاں اور حاجات پورا کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور اس کی صلاحیتوں کی مکمل نشوونما کا اہتمام وانتظام کرتا ہے۔ اور ہمارے یہاں ذاتی سے لے کر اجتماعی تک صرف اور صرف کمیاں ہی ہیں۔ صلاحیت بعد میں آتی ہے، ہمارے معاشرے میں تو انسان ہی نہیں بچتا۔ اسلام انسان کو ہر قسم کی تباہی وبربادی سے محفوظ رکھ کے اس کو ارتقاء اور ترقی کی ہر منزل سے اعتماد سے گزار کے بلندی تک لے جاتا ہے، جب کہ ہمارے یہاں صرف اور صرف تباہی ہے۔ صرف اور صرف بربادی ہے۔ ترقی اور ارتقاء کی چڑیاں پتا نہیں کیسی ہوتی ہیں اور کس شاخ پہ چہچہاتی ہیں ہم لوگوں کو نہیں پتا۔ نہ میانہ روی ہے، نہ اطاعت ہے، نہ نرمی ہے نہ تازگی، حسن اپنی مثالوں سمیت دفن ہو چکا ہے۔ گفتار میں لفظ تو ہیں مگر بے معنی اور جھوٹے۔ کردار اگر ہے تو اس قدر چھدا ہوا کہ سوچھید کی جھولی تک اس

کے سامنے بے عیب لگے۔ قانون سے بے خبر' نظام ناپید' بے جہت' گمراہ' راہ گم گشتہ' فرد بے آسرا اور غیر محفوظ۔ مستقبل بے یقین اور تاریک۔ حال غیر موجود اور بے چہرہ۔ **علم** اور **عقل** ہمارے واسطے دو ایسے دشمن ہیں جن سے ہر وقت محفوظ رہنے اور ان کے سائے سے بھی بچنے کے طریقے ہمارے پاس ہر وقت تیار ہیں۔ روایات اور حیلہ سازیوں کی ایک ایسی فیکٹری ہے یہ معاشرہ کہ ہر موقعے کی مناسبت سے ایک عدد اپنی ہی نوعیت' خاصیت اور کمیت کا لباس بنا رکھا ہے۔ بس آپ اپنے وجود سمیت اس حلیے کو اختیار فرمالیں اور بن جائیں نام اور شکل وصورت کے مسلمان۔ مسلمانوں کا معاشرہ تو مثالی ہونا چاہیئے۔ اس وقت دنیا میں 57 اسلامی ممالک ہیں۔ کیا ان میں آپ کسی بھی ایسے معاشرے کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو ان خطوط پر بنا ہو جو اسلام کا حقیقی مقصد' مطلب اور نتیجہ ہیں۔

اسلام کے مطلب ومقصد کے آئینے کے سامنے خود کو کھڑا کرو میاں اور اونچی آواز میں خود سے سوال کرو کہ کیا ہم مسلمان ہیں؟ کیا واقعی ہم مسلمان ہیں؟

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو' بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟؟

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس' اتوار' 21 فروری 2010ء)

خصوصی توجہ!

''قیامِ خلافت (علیٰ منہاجِ رسالت) کی راہ میں کون حائل ہے'' یہ پوری ملت اسلامیہ کا محورِ غور وفکر ہونا چاہیئے۔ کچھ نہ کچھ آپ بھی ضرور لکھیئے۔

پتہ رابطہ:

ملک حنیف وجدانی' صدر باغبان ایسوسی ایشن' سنبل سیداں' نیو مری

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو DVD پر دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

قیمت 20 کراؤن فی سی۔ڈی علاوہ ڈاک خرچ میں طلب کیجئے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری ☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com

☆ اندرون ملک' فون: 5753666 42 92+' ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ' پشاور

اسلام اور سپریم کورٹ

اسلام میں ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اس لئے کہ بااختیار ہے۔ اعمال کی یہ ذمہ داری کسی بھی طور نہ تو کسی ادارے کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے اور نہ ہی انسانی اعمال کی ذمہ داری کسی ادارے پر ڈالی جاسکتی ہے۔ بالفاظ دیگر انسان اپنے اعمال کے حوالہ سے خود ہی ایک ادارے کا کردار ادا کرتا ہے۔ وہ جو عمل بھی کرے گا اسی کے لئے جواب دہ ہوگا۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اعمال تو انسان کرے اور بری الذمہ یا سزا کا مستوجب ادارہ ہو۔ اعمال کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے انسانوں نے اداروں کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور یہ جواز پیدا کیا ہے کہ ادارے کا تسلسل قائم رہے لہٰذا ادارہ زندہ جاوید ہے انسان آتے جاتے رہتے ہیں اور رہیں گے۔ اس طرح ادارہ یا جسے عام اصطلاح میں Institution کہا جاتا ہے قائم و دائم رہے گا۔ یہ تصور سراسر غیر قرآنی لہٰذا غیر اسلامی ہے۔ ذرا غور کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی بھی ادارے کا وجود انسان ہی کی وجہ سے ہے اگر انسان کو ادارے سے علیحدہ کر دیا جائے تو ادارے کا وجود خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ بغیر انسان کے کوئی بھی ادارہ ایک Abstract حیثیت کی شے بن جاتا ہے۔ یہ انسان ہی ہے جس نے ادارے کی مجرد حیثیت کو ختم کر کے ایک حقیقی حیثیت کے طور پر تسلیم کروایا ہے۔ اس حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے پورے قرآن کریم کو اٹھا کر دیکھئے اس قسم کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ قرآن کریم خداوندِ لم یزل کی طرف سے بنی نوع انسان کے نام آخری پیغام ہے۔ اس کے نزول سے قبل ایک یا چند اداروں کی علامت کے طور پر دو چار نام یقیناً قرآن کریم میں ملتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے اعمال کی ذمہ داری انفرادی طور پر ان کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ مثلاً فرعون جاگیرداری نظام کی ایک علامت ہے تو ہامان مذہبی پیشوائیت کا نشان' قارون نظام سرمایہ داری کا نمائندہ ہے تو نمرود جبر و استبداد کا مظہر۔ بظاہر یہ چار مختلف ادارے ہیں اور ان کی نمائندگی چار مستبد قوتیں کر رہی ہیں لیکن اس کے باوجود قرآن کریم میں ان کو

کسی بھی ادارے کے نمائندہ کی حیثیت سے پیش نہیں کیا گیا۔ بلکہ آویزش حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مقصود درحقیقت مستبد قوتوں کے خلاف اس داعی انقلاب کی معرکہ آرائیوں کا بیان ہے جو وحی کی روشنی میں انسانی حکومت کی جگہ خدا کی حکومت کا تختِ اجلال دنیا میں بچھانا چاہتا ہے۔

اب اگر ایک طرف ادارے کو قرآن کریم نے خارج از بحث قرار دے دیا ہے تو دوسری طرف انفرادی طور پر انسان کو اپنے (خدا) کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہنے کا پابند کر دیا گیا ہے لیکن ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ خود خداوند کریم نے اپنے آپ کو بھی اپنے بنائے ہوئے قوانین کا پابند کیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قوانین سے روگردانی پر انسان کو انفرادی طور پر سزا یا جزا کا مستوجب قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح نہ تو خدا کے ہاں کسی تسلسل پر مبنی ادارے کا وجود ہے اور نہ ہی اس نے انسان کو اعمال سے بری الذمہ ہونے کے لئے کسی ادارے کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ یہ تصور انسان کا پیدا کردہ ہے۔ جو دراصل مغربی اندازِ فکر کی پیداوار ہے۔ اس طرح مغرب نے مذہب کی طرف سے بداعمالیوں پر عائد پابندیوں سے بچنے کے لئے گریز کی راہ تلاش کی ہے۔ یاد رہے کہ مذہب انسان کا پیدا کردہ ہے جبکہ دین خدا کی طرف سے متعین ایک نظام کا نام ہے جس میں ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ مذہب حیلہ جو ہے جبکہ دین اس سے مبرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک انفرادی توہین کا ارتکاب تو ہو سکتا ہے ادارے کی توہین کا کوئی جواز نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ آدَمَ (17:70)-

ہم نے تمام فرزندانِ آدم کو واجب التکریم بنایا ہے۔ (یہ تکریم بلا لحاظ رنگ، نسل، خون، مٹی یا جغرافیائی تخصیص کے ہے)۔

تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِىَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ فَأُوْلَـٰٓئِكَ يَقْرَؤُونَ كِتَابَهُمْ وَلاَ يُظْلَمُونَ فَتِيلاً (17:71)-

مفہوم: (انسان نہ تو محض اس کے طبعی جسم سے عبارت ہے اور نہ ہی اسکی جولانیوں اور کامرانیوں کا میدان صرف طبیعی کائنات ہے۔ حیوانی زندگی کے علاوہ اس کی ''انسانی زندگی'' بھی ہے جو اس کے اعمال کے مطابق مرتب ہوتی ہے۔ (15:12)۔ اعمال کے نتائج کے ظہور کے وقت تمام انسانوں کو، ان کے اعمال نامے کے ساتھ بلایا جاتا ہے۔ جس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں ہوتا ہے (کہ یہ یُمن اور سعادت کا نشان ہے) تو یہ لوگ اسے (خوشی خوشی) پڑھتے ہیں اور اس میں

اپنے تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ موجود پاتے ہیں۔ اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں ہوتی۔''

ظاہر ہے' قیامت کے دن اس کی گلوخلاصی اس لئے نہیں ہو گی کہ وہ کسی ادارے یعنی Institution کا نمائندہ تھا اور وہ اپنے فیصلے غیر اسلامی قوانین پر کرنے کا مکلّف تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے یہ ابہام دور کرنے کے لئے کہہ دیا کہ:

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ(5:44)-

جوشخص اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتا جسے خدا نے نازل کیا ہے وہ کافر ہے۔(خواہ وہ زبان سے اس قانون پر ایمان رکھنے کا مدعی بھی کیوں نہ ہو۔ کافر اور مومن کی تمیز ہی اس سے ہوتی ہے۔)

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ(5:45)-

جوشخص اس ضابطہ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کرے جسے خدا نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ ہیں جو حق و انصاف سے کام نہیں لیتے' ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ(5:47)-

جولوگ اس قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے تو ان کا شمار فاسقین میں ہوتا ہے یعنی صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راہیں اختیار کرنے والے۔

ان تینوں آیات میں ''جوشخص'' یا ''جو کوئی'' سے آیت شروع ہوتی ہے۔جس سے مراد انسان کی انفرادی حیثیت بطور حاکم یا قاضی یا جج کے طے شدہ ہے۔ وہ کسی ادارے کے نمائندہ کے طور پر بھی اگر کوئی فیصلہ کرے تو بھی اس کا یہ فیصلہ جج یا منصف بالذات کے نامہ اعمال میں ڈالا جائے گا۔ ادارے کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آیئے! ذرا انفرادی اعمال کے متعلق قرآن کریم سے پوچھتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيباً(17:14)-

اور انسان سے کہا جاتا ہے کہ لو! اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لو۔۔۔تمہارا حساب کرنے کے لئے باہر سے کسی محاسب کے بلانے کی ضرورت نہیں' خود تمہاری اپنی ذات' تمہارے خلاف' محاسبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُواْ الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ(16:32)-

یعنی ان لوگوں کے حسن عمل کا کہ (ان کی زندگی تو

ایک طرف) ان کی موت بھی نہایت خوشگوار اور اطمینان بخش ہوتی ہے۔ ملائکہ انہیں امن وسلامتی کی خوش خبریاں دیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں رہو سہو۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (16:97)-

یاد رکھو! اس باب میں ہمارا قانون یہ ہے کہ تم میں سے جو بھی بلا تفریق جنس' نظام خداوندی کی صداقت پر یقین رکھ کر ایسے کام کرے گا جو اس کی ذات اور معاشرہ کو سنوار دیں' تو ہم اسے نہایت خوشگوار زندگی بسر کرائیں گے۔ یہ نتیجہ ہوگا ان کے اعمال کا جو ان سے حسن کارانہ انداز سے ظہور میں آئیں۔

جَزَاء بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (56:24)-

یہ سب آسائشیں اور سرفرازیاں' ان لوگوں کے اپنے اعمال کے نتائج ہوں گے۔

غرض انفرادی اعمال اور ان کے ظہور نتائج کے وقت دیئے جانے والے ثمرات کو اگر دیکھا جائے تو کہیں بھی ادارے کی صورت سامنے نہیں آتی۔ یہاں تک کہ جب انفرادی اعمال اس حد تک بگڑ جائیں کہ سنوارنے کی کوئی صورت نہ ہو تو پھر اجتماعی عذاب نازل ہوتا ہے۔ اعمال کے لئے ملاحظہ ہو۔ 41:46, 11:46, 23:51, 46:19, 9:19-21, 20:75, 6:133, 10:62-64, 6:128, 7:43۔

45:15, 67:2, 58:11۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر انفرادی اعمال کا ذکر موجود ہے۔

قرآن کریم میں ایک ایسی آیت بھی ہے جس سے ایک ہلکا سا تاثر اجتماعی زندگی کا بطور ادارہ سامنے آتا ہے۔ لیکن اس تاثر کو یکسر ختم کرنے کے لئے فوراً کہہ دیا کہ تم میں سے اللہ کے نزدیک واجب التکریم وہ ہے جو اس کے قوانین پر کاربند ہو'۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (49:13)-

مفہوم: ہم نے انسانوں کو مرد اور عورت کے اختلاط سے پیدا کیا ہے۔ (جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر انسانی بچے میں۔۔۔ خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔۔۔ کچھ حصہ مرد کا ہوتا ہے اور کچھ عورت کا۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ مرد' عورتوں سے افضل ہیں یا عورتیں مردوں سے الگ ہیں) باقی رہے مختلف خاندان یا قبیلے تو اس سے مقصود صرف اس

قدر ہے کہ تمہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں آسانی ہو۔ ورنہ' نہ کوئی قبیلہ دوسرے قبیلہ سے افضل ہے نہ کوئی خاندان کسی دوسرے خاندان سے معزز۔ میزانِ خداوندی کی رو سے' عزت اور تکریم کا صرف ایک معیار ہے اور وہ یہ کہ تم میں سے کس کی زندگی قوانین خداوندی سے زیادہ مطابق ہے۔ کون ان کی زیادہ اطاعت کرتا ہے۔ جس کی زندگی زیادہ سے زیادہ اس معیار پر پوری اترتی ہے' وہی سب سے زیادہ واجب التکریم ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا کسی خاندان یا کسی قبیلے میں پیدا ہوا ہو۔ یہاں معیار افضلیت' حسب و نسب نہیں۔ ذاتی جوہر اور سیرت و کردار کی بلندی ہے۔ یہ بات وہ خدا کہہ رہا ہے جو اچھی طرح جانتا ہے کہ افضلیت کسے کہتے ہیں اور وہ کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ O يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ O (49:11-12)-

مفہوم: (باہمی اختلاف کی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف' نفرت اور حقارت کے جذبات مشتعل ہونے لگتے ہیں۔ جن کا اظہار بڑی ناپسندیدہ حرکات سے کیا جاتا ہے۔ یاد رکھو! تم ایسے اتفاقی اختلاف کے وقت' اس قسم کی حرکتیں نہ کرنے لگ جانا۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ) تم میں کا ایک فریق' دوسرے فریق کا مذاق اڑانے لگ جائے اور اسے ذلیل اور حقیر کرنے کی کوشش کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ تمہاری پارٹی کے لوگوں سے بہتر ہوں۔۔۔ نہ تمہارے مرد یہ کچھ کریں۔ نہ عورتیں۔ نہ ہی تم ایک دوسرے کے خلاف عیب لگاؤ نہ طعن و تشنیع کرو۔ نہ ایک دوسرے کے الٹے پلٹے نام رکھو۔۔۔ جب تم ایمان لا کر' بلند اخلاق کے حامل بننے کا تہیہ کر چکے ہو تو پھر آپس میں ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے کیا مطلب؟ یہ بڑی بری بات ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے ایسا کیا ہے تو اسے اپنے کئے پر نادم ہو کر فوراً اس روش کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ

قانون خداوندی کی نگاہ میں مجرم قرار پائے گا۔

(جب باہمی اختلاف ہو جائے تو اس سے فتنہ پرور لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور فریقین میں لگائی بجھائی کی باتیں کرتے ہیں۔تم اس باب میں بڑے محتاط رہو۔تم ایک دوسرے کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لو اور بدگمانی سے اجتناب کرو۔بعض بدگمانی ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے متعلق خیر سگالی کے تمام جذبات مضمحل کر دیتی ہے (حالانکہ وہ محض بدگمانی ہوتی ہے' اور درحقیقت ایسا نہیں ہوتا) نہ ہی تم خواہ مخواہ ایک دوسرے کے راز کی باتوں کی ٹوہ لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم اسے پسند کرو گے کہ تم! اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ اس سے تو تمہیں سخت گھن آئے گی۔ (سو غیبت کی بھی ایسی ہی مثال ہے۔)

المختصر تم ہر معاملہ میں قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور اگر کہیں غلطی کر بیٹھے ہو تو اس سے نادم ہو کر اپنی اصلاح کر لو اس طرح قانون خداوندی تمہاری لغزش سے درگزر کرے گا اور تمہاری نشوونما میں کمی نہیں آنے دے گا۔

جن معاشرتی برائیوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان کا جذبہ محرکہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور دوسروں کو حقیر بنانے کی کوشش کرتا ہے یہی جذبہ انسانی زندگی کے اور گوشوں میں بھی کارفرما ہوتا ہے۔مثلاً مردوں نے یہ فرض کر رکھا ہے کہ وہ عورتوں سے افضل ہیں یا بعض خاندان نسبی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے معزز تصور کرتے ہیں۔ بہرحال یہ اپنے طور پر ایک علیحدہ موضوع ہے۔

اب اگر انفرادی اعمال کی یہی صورت حال ہے اور خدا کے نزدیک بھی جزا اور سزا کا تعین انفرادی اعمال کے نتیجے میں کیا جائے گا تو اس صورت میں کسی ادارے کی توہین یا بلاضرورت تکریم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔لہٰذا قرآن کریم کے نزدیک انسانیت کی تکریم تو ہو سکتی ہے کسی ادارے کی کسی صورت میں بھی نہیں۔

اب اگر ادارے سے بات نکل کر انفرادی حیثیت پر آ گئی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توہین کس کی ہوئی ہے؟ اگر اس کا تعین کر لیا جائے کہ جس کی توہین ہوئی ہے اسے بھی سامنے لایا جائے اس طرح انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں گے اور یہ حق بھی صرف اسے ہی حاصل ہے کہ اپنی توہین کی دادرسی مانگے۔جس نے توہین کی ہے وہ اور فریق مخالف یعنی مدعی اور مدعا علیہ کو بالمقابل انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔اگر انسانی ذات کے حوالے سے قرآن کریم کے مطابق دونوں کی

حیثیت توہین ثابت ہونے سے قبل ایک ہی ہے تو میزان کا تقاضا یہ ہے کہ:

وَالسَّمَاء رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ O أَلَّا تَطْغَوْا فِيْ الْمِيْزَانِ O وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (55:7-8-9)-

مفہوم: اس قانون کے سامنے جس کی رو سے اس نے تمام اجرام فلکی کو فضا کی پہنائیوں میں' اس انداز سے رکھا ہے کہ ان کے باہمی ربط وضبط کے لئے جس توازن کی ضرورت ہے اس میں ذرہ برابر فرق نہیں پیدا ہونے پاتا۔۔۔۔ یہ قرآن' انسانوں کو بھی اسی غرض کے لئے دیا گیا ہے کہ ان کے معاشرے میں باہمی ربط وضبط کے لئے جس توازن کی ضرورت ہے' وہ بگڑنے نہ پائے۔ یعنی تم اس توازن کو عدل اور انصاف کے ساتھ قائم رکھ سکو' اور کسی کے حقوق وفرائض میں کسی قسم کی کمی و بیشی نہ کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاء لِلّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ إِن يَكُنْ غَنِيّاً أَوْ فَقِيْراً فَاللّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ وَإِن تَلْوُواْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْراً (4:135)-

مفہوم: (اس نظام کے قیام کے لئے' جس میں حال اور مستقبل دونوں کی خوشگواریاں حاصل ہوتی ہیں' بنیادی شرط یہ ہے کہ تم دنیا میں عدل وانصاف کے محافظ ونگران بن کر رہو۔ (5:8) عدل کے لئے ایک بنیادی عنصر سچی شہادت ہے۔ تم شہادت نہ مدعی کی طرف سے دو نہ مدعا علیہ کی طرف سے' تم خدا کی طرف سے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ہمیشہ عدل وانصاف کو مدنظر رکھ کر سچی سچی شہادت دو۔ خواہ یہ شہادت (اور تو اور) خود تمہارے اپنے خلاف جائے یا تمہارے والدین یا دیگر رشتہ داروں کے خلاف۔ اس باب میں امیر اور غریب میں بھی کوئی امتیاز نہ کرو (حتیٰ کہ دشمن سے بھی عدل کرو۔ 5:8) تم جادہ حق وصداقت سے ہٹ کر' ان کے خیر خواہ مت بنو۔ خدا کو ان کی خیر خواہی کی زیادہ فکر ہے۔ اس کا خیال رکھو کہ تمہارے جذبات کہیں عدل کی راہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ نہ ہی کوئی پیچ دار بات کرو۔ نہ شہادت دینے سے پہلو تہی کرو۔ یاد رکھو! اللہ کا قانون مکافات تمہارے تمام اعمال (جذبات و رجحانات تک) سے اچھی طرح واقف ہے۔

اس آیت کو سامنے رکھ کر حقوق وفرائض کا تعین مشکل نہیں۔

اس طرح اگر حقوق وفرائض میں کسی قسم کی کمی یا بیشی آ جائے تو حقوق وفرائض کی ادائیگی کما حقہٗ نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں جہاں بھی عدل سے متعلق کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذکر بھی ہوا ہے تو عدل یا عادل یا اسکے مترادف لفظ ''قسط'' کہا گیا ہے۔ عدالت نام کی کوئی علیحدہ چیز یا ادارہ ہرگز پیش نہیں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں یہ تصور انگریزی قانون کا پیدا کردہ ہے۔ اس کی واضح مثال کچھ یوں دی جا سکتی ہے کہ ہمارے انگریزی قوانین کی روشنی میں اٹارنی جنرل حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ حکومت ایک ادارہ ہے۔ حکومت کی انفرادی حیثیت کوئی بھی نہیں۔ اب اگر کوئی عدالت (بطور ادارہ) حکومت کی سرزنش کرے یا حکومت سے کسی معاملے میں جواب طلبی کی جائے تو ظاہر ہے اٹارنی جنرل سے ہوتی ہے۔ (صوبوں کی صورت میں ایڈووکیٹ جنرل سے) اور وہ ہی اس کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔ انفرادی حیثیت سے اس کے ذہن پر انتہائی بوجھ ہوتا ہے۔ اس بوجھ کو وہ بعض اوقات برداشت کرنے کے بھی قابل نہیں ہوتا۔ اب اگر وہ مستعفی ہو جاتا ہے تو یہ ذمہ داری اسی کے تسلسل میں کسی آنے والے اٹارنی جنرل کے کاندھوں پر پڑ جاتی ہے۔ سابقہ اٹارنی جنرل خاموش تماشائی بن جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ اس کا استعفیٰ نامنظور کر کے اسے ہی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس صورت میں حکومت خاموش تماشائی ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسری طرف سپریم کورٹ جس کا نمائندہ کوئی جسٹس، جج یا چیف جسٹس تھا اور ہوتا ہے۔ اب موجودہ صورت میں سابقہ چیف جسٹس صاحب خاموش تماشائی سارے منظر کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے کہ اس کی توہین نہیں ہوئی بلکہ وہ جس ادارے کی نمائندگی کرتا تھا اس ادارے کی توہین ہوئی ہے۔ بھلے وہ کسی بھی قسم کا بیان دے یا مدعا علیہ کے لئے کہیں بڑھ کر توہین آمیز کلمات استعمال کرے، کوئی بات نہیں کیونکہ وہ یہ کہنے میں خود کو حق بجانب سمجھتا ہے کہ یہ توہین میری نہیں بلکہ اس ادارے کی ہوئی ہے جس کا میں ایک نمائندہ تھا۔ لہٰذا ادارہ (سپریم کورٹ) اپنی توہین کا بدلہ چکائے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ سابق چیف جسٹس بری الذمہ قرار دے دیا گیا۔ ادارے نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ حالانکہ سپریم کورٹ خاک وخشت و چوب پر مبنی کسی عمارت کا نام تو نہیں، اس میں گوشت پوست سے بنے ہوئے انسان جب بیٹھتے ہیں تو وہ سپریم کورٹ کہلاتی ہے۔ اب اگر ان بیٹھے ہوئے انسانوں کو ایک طرف کر دیا جائے تو باقی عمارت رہ جاتی ہے جس کی حیثیت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک واجب التکریم انسان (چپڑاسی یا چوکیدار) اسے کھولتا اور بند کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سپریم کورٹ ایک ماورائی ادارہ ہے خالصتاً قرآنی تعلیمات یعنی اسلام کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے یعنی اسلام نے کسی ادارے کو کسی بھی عمل یا فعل کا ذمہ دار ہی نہیں ٹھہرایا۔ ہر شخص اگر وہ جج، جسٹس، حاکم حتیٰ کہ چپڑاسی یا چوکیدار بھی کیوں نہ

ہو اپنے اعمال کا ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ ہر ایک سے اس کے اعمال کی حد تک باز پرس ہوگی۔

جہاں تک آئین پاکستان کا تعلق ہے تو صرف اس کے سرورق پر لفظ ''اسلامک'' لکھ دینے سے یہ اسلامی نہیں ہو جاتا۔ جب تک اس کی تمام شقوں کو قوانین خداوندی سے ہم آہنگ نہ کیا جائے۔ اسی کے تحت ہر شخص کو اس کے اعمال کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے۔ یا یوں سمجھئے کہ اگر پانی سے بھری بوتل پر عرق گلاب لکھ دیا جائے تو کیا وہ عرق گلاب ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ہمارا آئین کسی صورت میں بھی اسلامی نہیں۔

جہاں تک توہین عدالت کا تعلق ہے تو قرآن کریم میں اور احادیث نبوی میں عدالت بطور ادارہ کے نظر نہیں آتی اس لئے اس کی توہین کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اس کے لئے اسلامی اصطلاح قاضی یا قاضی القضاء یا محکمہ قضاء موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاضیوں کو کبھی بھی ان کی غلطی یا غلطیوں کی نشاندہی کرنے والوں کو نہ تو کبھی سزا ہوئی ہے اور نہ ہی جرمانہ۔ چونکہ انگریز نے اپنی حکومت کو دوام بخشنے کے لئے اس قسم کے غیر اسلامی قوانین وضع کئے تھے اور جو آج بھی ہمیں ان سے وراثت میں ملے ہیں، جن میں سے ایک توہین عدالت بھی ہے۔ جو دراصل ایک ایسے ادارے کی توہین سے تعلق رکھتا ہے جس کا وجود بطور ادارہ اسلام میں کسی صورت میں بھی نہیں پایا جاتا۔

چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

عن عبدالملك بن ميسرة قال: سمعت کردوس بن قيس و کان قاضی العامته بالکوفته بقول اخبر نی رجل من اصحاب بدرانه سمع رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: لان اقعد فی مثل هذا المجلس احب الی من اعتق اربع رقاب، قال شعبته: فقلت لای مجلس يعنی؟ قال کان قاضيا۔ (السنن الکبریٰ، بیہقی، ج10، ص89)۔

ترجمہ: عبدالمالک بن میسرہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں، میں نے کردوس بن قیس کو جو کوفہ میں عام لوگوں کے قاضی تھے، یہ کہتے سنا: مجھے ایک بدری صحابی نے بتایا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ میں اس نشست پر بیٹھوں۔ یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔ شعبہ (جو اس کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں میں نے (عبدالمالک بن میسرہ سے) پوچھا کہ کون سی نشست مراد ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ وہ قاضی تھے۔

منصب قضاء کی نزاکت یعنی انفرادی ذمہ داری:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من ولی القضاء فقد ذبح بغیر سکین۔ (سنن ابی داؤد، ج 2، ص 147)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو منصب قضاء پر مقرر کیا گیا اس کو گویا بغیر چھری ذبح کر دیا گیا۔

دوسری روایت کچھ یوں ہے:

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من جعل قاضیا بین الناس فقد شبح بغیر سکین۔ (سنن ابی داؤد، ج 2، ص 147)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے مابین قاضی بنا دیا گیا وہ گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

قاضی کا فریضہ انجام دینا اتنا ہی مشکل، تکلیف دہ اور جان گسل کام ہے جتنا بغیر چھری کے ذبح کیا جانا لہٰذا جو لوگ اس منصب کو قبول کریں ان کو اس راہ کی مشکلات کا پہلے سے خوب اندازہ کر لینا چاہئے اور اس کے لئے تمام ضروری تیاریاں بھی کر لینی چاہئیں۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: یدعی القاضی العدل یوم القیامة فیلقی من شدة الحساب ما یتمنی به انه لم یقض بین اثنین فی ثمرة قط۔ (مسند امام احمد)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ قیامت کے روز قاضی عادل کو بلایا جائے گا اور اس کو اس قدر سخت محاسبہ کا سامنا کرنا پڑے گا کہ وہ تمنا کرے گا کہ کاش کبھی دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔

عن من بریرة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: القضاة ثلاثة واحد فی الجنة واثنان فی النار فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق فقضی به ورجل عرف الحق فجار فی الحکم فهو فی النار ورجل قضی للناس علی جهل فهو فی النار۔ (سنن ابی داؤد، ج 2، ص 127)۔

ترجمہ: بریدہ اسلمی کے صاحبزادے اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم جنت میں اور دو قسم جہنم میں۔

جو قاضی جنت میں جائے گا وہ ہوگا جس کو حق کی پوری معرفت بھی حاصل تھی اور اس نے اس کے مطابق فیصلے بھی کئے لیکن جس شخص نے حق کی معرفت ہونے کے باوجود فیصلے کرنے میں ظلم کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جس نے لوگوں کے مابین جہالت اور ناواقفی سے فیصلے کئے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

اس قسم کی کئی احادیث ہیں لیکن طوالت کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس سے منصب عدالت کی نزاکت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آخر جس شخص کے اختیار میں لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا فیصلہ کرنا ہو اور اس نے زندگی بھر لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے فیصلے کئے ہوں تو اس کو کس قدر سخت حساب کتاب دینا پڑے گا۔ اس سے ایک ہی حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ عدالت کسی ادارے کی شکل میں کبھی بھی اسلامی نقطہ نظر سے نہ موجود رہی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی وجود سامنے آتا ہے۔ البتہ ہر مقام پر قاضی کے اعمال کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ منصب قضاء کے حصول اور اس کے لئے سفارش کو بھی یہ کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ:

عن عبدالرحمن بن سمرة: قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یا عبدالرحمن بن سمرة لا تسال الا مارة' فانك ان اوتتها عن مسالته و کلت ایها وان اوتیتها عن غیر مسئلته اعنت علیها واذا حلفت علی یمین فرایت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینك وائت اللذی ھو خیر۔ (بخاری' کتاب الاحکام)۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اے عبدالرحمٰن بن سمرۃ! تم اپنے لئے مناصب طلب مت کرنا' اس لئے کہ اگر تمہاری طلب اور کوشش سے تمہیں مناصب دیئے گئے تو تم ان کے حوالے کر دیئے جاؤ گے' لیکن اگر تم کو بغیر طلب اور کوشش کے یہ منصب اور عہدے دیئے گئے تو ان کی انجام دہی میں تمہاری مدد کی جائے گی' اگر تم کسی بات کی قسم کھا لو اور بعد میں محسوس کرو کہ کوئی راستہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے تو قسم کا کفارہ ادا کر دو اور جو راستہ بہتر ہے اس کو اختیار کر لو۔

عن ابی موسی قال: دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا ورجلان من قومی فقال احد

الرجلین امرنا یارسول اللہ وقال الاخر مثلہ' فقال انا لا نولی ھذا من سالہ ولا من حرص علیہ۔ (بخاری' کتاب الاحکام' ص1058)۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں۔ میں اور میری قوم (قبیلہ) کے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے..... دوسرے نے بھی ایسی ہی درخواست کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم اس کام میں (یعنی عدالتی کام میں) کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو خود اپنے لئے اس کا طالب ہو یا اس منصب کا لالچ رکھتا ہو۔

عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ابتلی بالقضاء بین الناس فلا یرفعن صوتہ علی احد الخصمین مالا یرفع علی الاخر۔ (سنن دارقطنی' ج2' ص511)۔

ترجمہ: ام المومنین حصرت ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے' فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا جائے اس کو چاہئے کہ کسی صورت میں بھی ایک فریق سے دوسرے فریق کے مقابلہ میں زیادہ بلند آواز سے ہرگز گفتگو نہ کرے یعنی قاضی کو چاہئے کہ گفتار' کردار' لب ولہجہ ہر چیز میں دونوں فریقوں سے بالکل یکساں سلوک کرے۔

عن ام سلمہ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ابتلی بالقضاء بین الناس فلیعدل بینھم فی لحظہ واشارتہ ومقعدہ۔ (سنن دارقطنی' ج2' ص511)۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی آزمائش میں ڈال دیا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان کے درمیان اپنی نظروں' اشاروں اور انداز نشست میں بھی عدل سے کام لے۔

یہ عدل کا اعلیٰ ترین معیار ہے جس کا قاضی کو حکم دیا جا رہا ہے۔ فریقین کی طرف دیکھنے کا انداز' گفتگو میں اشارہ کرنے کا انداز اور بیٹھے کے انداز میں بھی برابری اور مساوات سے کام لینا چاہئے' یہ نہ ہو کہ دوران مقدمہ قاضی صاحب ایک فریق کی طرف رخ کئے بیٹھے رہیں' یا ایک فریق کی بات سنیں تو بھرپور توجہ کے ساتھ اور دوسرا بولے تو بس ایک نگاہ غلط انداز سے اس کی طرف دیکھ لیں۔

عن ام سلمہ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من ابتلی بالقضاء بین الناس فلا یرفعن صوتہ علی احد الخصمن مالا یرفع علی الاخیر۔ (السنن الکبریٰ، بیہقی، ج2، ص135)۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کی سخت آزمائش میں ڈالا جائے تو اس کو چاہئے کہ فریقین میں سے ایک کے مقابلہ میں آواز بلند کر کے گفتگو نہ کرے جب تک کہ دوسرے کے مقابلہ میں بھی آواز کو اتنا ہی بلند نہ کرے۔

عن عبدالرحمن ابی بکرۃ قال: قال کتب ابوبکرۃ الی ابنہ: وکان بسبحتان، ان لا تقض بین اثنین و انت غضبان، فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یقضین حکم بین اثنین وھو غضبان۔ (بخاری، کتاب الاحکام، ص1060)۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن بکرہ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ نے اپنے صاحبزادے کو جو بسبحتان میں (قاضی) تھے، لکھا: تم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: کوئی حاکم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں ہرگز ہرگز فیصلہ نہ کرے۔

یہی حدیث دوسرے مقام پر بھی دہرائی گئی ہے۔ غصہ کی حالت میں فیصلہ دینے کی ممانعت بار بار اور نہایت واضح الفاظ میں احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا غصہ کی حالت میں مقدمات کے فیصلے دینا ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح اونچا بولنے کو بھی اچھا نہیں سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ لقمان میں حضرت لقمان اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کرتے ہیں:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِکَ إِنَّ أَنکَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (31:19)-

ترجمہ: اور اپنی رفتار (و گفتار) میں اعتدال اور میانہ روی کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ اور چلا چلا کر نہ بولا کرو، نرم اور ہلکی آواز سے بات کیا کرو۔ چیخ کر گدھے بولتے ہیں اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ گدھے کی آواز کس قدر مکروہ ہوتی ہے اور سننے والوں پر کیسی گراں گزرتی ہے۔

آخری حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم: لا یقضی القاضی الا وھو شبعان ریان۔ (سنن' دارقطنی' ج2' ص512)۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاضی صرف اس وقت قضاء کے فرائض انجام دے' جب وہ خوب کھایا پیا اور سیر ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سخت بھوک اور پیاس کے عالم میں انسان کی توجہ ہٹی ہوئی ہوتی ہے اور ذہن صحیح طور پر کام نہیں کر رہا ہوتا۔ ایسے میں فیصلے صادر نہیں کرنے چاہئیں۔ ورنہ کسی غلط فہمی' گھبراہٹ یا جھنجھلاہٹ کی وجہ سے غلط فیصلے سرزد ہو جانے کا امکان ہے یہی وجہ ہے کہ شدید بھوک اور پیاس کی حالت میں نماز جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی سے بھی روکا گیا ہے۔ اسی حدیث کو سامنے رکھ کر انگریزی قانون میں عدالتوں کے لئے چائے کا وقفہ رکھا گیا ہے۔

محولہ احادیث نبوی کو سامنے رکھ کر اگر کوئی قاضی غصہ کی حالت میں یہ کہہ دے کہ:

''کئی لوگوں کو جہنم تک بھیج دیا جائے گا'' ''کئی کے منہ کالے کر دیئے جائیں گے'' ''کئی کو قبروں تک بھیج دیا جائے گا''۔

تو پھر اس قاضی کو مزید مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہ ہونا چاہئے۔ اب اگر سپریم کورٹ کو غصہ آتا ہے۔ تو یہ انسان ہی تو ہیں جن کو غصہ آتا ہے' ورنہ سپریم کورٹ فی ذاتہ تو کوئی چیز نہیں جسے غصہ آتا ہو۔ لہٰذا فریقین بھی انسان ہوں گے۔ اب انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جن کی توہین ہوئی ہے وہ مدعا علیہ کے ساتھ کسی غیر جانبدار قاضی کے سامنے کھڑے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں توہین عدالت نام کا کوئی تصور نہیں کیونکہ ہر معاملہ مابین فریقین یعنی دو انسانوں (جو زیادہ بھی ہو سکتے ہیں) کے درمیان ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ انسان خود کو بنیاد پرست مسلمان کہے یا محض اسلام کو کسی تڑکے کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دے دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ وہ اعتدال کے راستے کو زیادہ پسند کرتا ہے اور اعتدال اسی میں ہے کہ وہ نظام خداوندی میں پورے کا پورا داخل ہو جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ -(2:208)

مفہوم: لہٰذا اے جماعت مومنین! تم یہی روش اختیار کرو' اور اس نظام خداوندی میں' جو امن اور سلامتی کا ضامن ہے' اجتماعی طور پر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور چند قدم چل کر رک نہ جاؤ بلکہ اس کی آخری حد تک پہنچو۔ اپنے ان

(حیوانی سطح زندگی کے) جذبات کے پیچھے نہ لگ جاؤ' جنہیں اگر بے باک چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان کو بلند اقدار کی سطح تک آنے نہیں دیتے' یہ روش انسان کی سخت دشمن ہے' اس سے بچنا۔

قرآن کریم قول اور فعل کی ہم آہنگی پر زور دیتا ہے۔ جب وہ یہ کہتا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (61:2)-

اے دعوائے ایمان کرنے والو! اپنے دعوائے ایمانی کا ثبوت اپنے عمل سے پیش کرو' جو کچھ زبان سے کہو' اسے عمل سے پورا کر کے دکھاؤ' قول و فعل میں ہم آہنگی دعوائے ایمان کی صداقت کا ثبوت ہے۔

دو متضاد حقائق کبھی آپس میں ہم آہنگ نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم انفرادی اعمال پر زور دیتا ہے۔ یہی انفرادی اعمال اجتماعی شکل میں سامنے آتے ہیں' جس سے اسلامی معاشرہ متشکل ہوتا ہے۔ عام انسان تو ایک طرف خود حضورﷺ اپنے اعمال کے نتائج کے متعلق کس خوف کا اظہار فرماتے ہیں:

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (6:15, 10:15)-

ان سے کہہ دو کہ خدا کا قانون مکافات ایسا ہے کہ (اس کے نتائج میں کسی کی ذرہ برابر رعایت نہیں کی جاتی اور تو اور اگر میں بھی اس کے قوانین کی خلاف ورزی کروں تو مجھے ڈر ہے کہ ظہور نتائج کے وقت اس کے عذاب سے کبھی نہ بچ سکوں (اور جب میری اپنی یہ حالت ہے تو تم سوچو کہ میں کسی اور کو ان کے نتائج سے کیسے بچا سکتا ہوں' اس باب میں کسی کی کچھ نہیں چل سکتی)۔

حالانکہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضورﷺ سے کسی باز پرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' اب اگر خود ان کی یہ حالت ہے تو کوئی اور اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ دوسری طرف وہ کسی تسلسل کے نتیجے میں قائم ہونے والے ادارے (رسالت کے نمائندہ بھی نہیں ہیں' تو پھر یہ کہنا کہ ادارے یعنی سپریم کورٹ کی توہین ہوئی ہے سراسر خلاف اسلام بات ہے۔

جہاں تک لفظ سپریم کورٹ کا تعلق ہے تو خود اسلامی نقطہ نظر سے بھی یہ ایک مشرکانہ اصطلاح ہے۔ جس کے ہم اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ اب یہ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ البتہ اس کا خوف ہر لحہ اعصاب پر سوار رہتا ہے جو ذہنی پروان اور نشوونما کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ خود سپریم کا ترجمہ ''سب سے بڑا' سب سے بلند اور برتر'' ہے یہ الفاظ ہی تو ہیں جن سے کوئی نسبت مقرر کی جاتی ہے۔ اگر قاصد کو ہم پیغمبر کہنا شروع کر دیں تو فرق کچھ بھی نہیں

پڑے گا۔ قاصد' قاصد ہی رہے گا اور پیغمبر' پیغمبر ہی رہے گا' لیکن ہوگا یہ غلط۔ اسی طرح اگر سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر ذات خدا کی ہے یا بالفاظ دیگر وہ (اللہ تعالیٰ) سپریم ہے' تو پھر یہی الفاظ انسانوں کی وضع کردہ عدالت کے لئے استعمال کرنا خود شرک فی الصفات کے زمرہ میں آتے ہیں۔ شرک کی کوئی ایک قسم نہیں۔ چنانچہ سورہ لقمان کی آیت نمبر 13 ملاحظہ ہو:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (31:13)-

مفہوم: لقمان خود بھی احکام خداوندی کا اتباع کرتا ہے اور اپنی اولاد کو بھی ان کے اتباع کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے سے' جسے وہ حکم کے اصول سمجھاتا تھا۔ کہا اے میرے بیٹے! (سب سے پہلے اس بنیادی اصول کو سمجھ لو جس پر انسانی فکر کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ) اللہ کے اقتدار و اختیار میں کسی اور کو شریک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اللہ کو اس کے مقام بلند سے نیچے اتارتا ہے اور غیر خدائی قوتوں کو ان کے مقام سے اونچا لے جاتا ہے' یہ بہت بڑی بے انصافی ہے (انسان جن قوتوں کو خدا کا درجہ دے دیتا ہے۔ وہ یا تو فطرت کے مظاہر ہیں اور یا خود دوسرے انسان' مظاہر فطرت سب انسانوں کے لئے مسخر کئے گئے ہیں' اور انسان' انسان ہونے کی جہت سے' سب برابر ہیں' اس لئے کسی انسان کا' کسی دوسرے انسان' یا مظاہر فطرت میں سے کسی کے سامنے جھکنا' اس کے شرف انسانیت کی تذلیل ہے' تم بیٹا! ایسا کبھی نہ کرنا۔

یہ تو ایک انسان کا کسی دوسرے انسان کو اپنی طرف جھکانے یا حکم منوانے کی بات ہے۔ اس سلسلے میں تو خدائے لم یزل نے خود نبی کو بھی اپنا حکم منوانے سے روکا ہے۔ ملاحظہ ہو:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُواْ عِبَاداً لِّي مِن دُونِ اللّهِ وَلَـكِن كُونُواْ رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ (3:79)-

مفہوم: کسی انسان کو اس کا حق حاصل نہیں۔۔۔ خواہ اسے ضابطہ قوانین یا اقتدار حکومت اور نبوت بھی کیوں نہ حاصل ہو کہ وہ لوگوں سے کہنا شروع کر دے کہ تم خدا کی نہیں میری محکومی اختیار کرو۔ اسے یہی کہنا چاہئے کہ تم سب اس کتاب کی اطاعت کرو جس کی تم دوسروں کو تعلیم دیتے ہو اور جس پر غور و فکر سے تم اس کے معانی کی تہہ تک پہنچتے ہو۔ ربانی بن جاؤ۔ یعنی خدا کے محکوم۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ أَمَرَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ -(12:40)

یاد رکھو! اختیارات واقتدارات کا واحد مالک خدا ہے' اس کے سوا حکومت کا حق کسی کو حاصل نہیں' اس کا فرمان یہ ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی محکومیت اور اطاعت اختیار نہ کی جائے۔

ذَلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلَـکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لاَ یَعْلَمُونَ(12:40)-

یہ ہے زندگی کا محکم اور استوار نقشہ' لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِهِ أَحَداً(18:26)-

اور یہ بھی کہ وہ اپنے اس حق حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

صرف شرک اور اس کے اقسام کے لئے ملاحظہ ہو۔ 11:109, 30:35, 22:71, 7:33, 6:139-45, 5:103, 5:3, 4:119, 16:115, 6:146, 2:173, 6:122, 2:166, 6:24, 2:92, 2:54, 4:48, 50:26, 4:116, 4:48, 5:72, 42:13, 30:31, 22:31, 6:89, 30:28, 6:81-82, 3:150, 35:14, 64:4, 35:40, 34:22, 6:23-24 دوسری طرف اس سے بھی بڑا مشرکانہ خطاب جو عام طور پر عدالتوں میں استعمال ہوتا ہے اور جسے کبھی بھی کسی جج نے نہیں ٹوکا۔ ''مائی لارڈ'' ہے لارڈ کا ترجمہ۔ ''مالک' حاکم' خداوند' خدا' رب' اور یسوع مسیح'' ہے' دراصل یہ خطابات یا اصطلاحات مذہبی تھیں۔ جب کراؤن اور چرچ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوئے' کراؤن جیت گیا' چرچ ہار گیا' تو کراؤن نے چرچ کو نیچا دکھانے کے لئے ان مذہبی اصطلاحات کو اپنے ہاں رائج کیا۔ یہی کچھ ہمارے ساتھ دورِ ملوکیت میں ہوا۔ عیسائیت نے سولہویں اور سترھویں صدی میں چرچ کو مکمل طور پر کراؤن کے معاملات سے باہر نکال پھینکا۔ ہمارے ساتھ دوسری صدی ہجری کے آغاز ہی میں ایسا ہوا۔ جس کے نتیجے میں دنیاوی معاملات کراؤن کے حصے میں آئے اور جھاڑ' پھونک یا اخروی زندگی چرچ کو ملے۔ ہم اس دور یا نظام حیات کی باقیات ہیں۔ بغیر سوچے سمجھے شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارا آئین مغربی انداز فکر کا ایک شاہکار ہے اور دوسری طرف شریعت کو قومی اسمبلی سے نافذ کروانے کے لئے ''سنی فقہوں'' یا ''شیعہ فقہوں'' پر مشتمل بل پیش کئے جاتے ہیں۔ آئین اگر سیکولر ہو تو خدا کی حاکمیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صرف سرورق پر لکھنے سے کبھی اسلامی نہیں ہوسکتا۔ غرض مذکورہ تمام اصطلاحات اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہیں۔ اور نہ ہی اس قسم کے انداز تخاطب کی اسلام اجازت دیتا ہے۔

چونکہ اسلام میں خود قاضی' قاضی القضاء اور محکمہ

قضا کی اصطلاحات موجود ہیں۔ جو اپنے اندر ایک گہرائی رکھتے ہیں۔ یہی لفظ قضا کی مختصر تشریح ضروری ہوگی۔ جو سراسر انفرادی عمل کے نتیجے میں سامنے آتی ہے' جس کے لئے قاضی ذمہ دار ہے' القضاء کے مختلف معنی آتے ہیں' لیکن ان تمام معانی کی اصل کسی چیز کا منقطع ہونا' ختم ہونا اور مکمل ہو جانا ہے' ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو محکم اور مضبوط کرنا اور اسے اس کی جہت پر نافذ کرنا ہے یعنی جس طرف اسے جانا چاہئے ادھر لے جانا۔ راغب نے القضاء کے معنی جدا کرنا اور قطع کرنا لکھے ہیں' **قد قضی دینہ** کے معنی ہیں اس نے اپنے قرض کو پورا پورا چکا دیا اور اس طرح قرض خواہ کا جو معاملہ اس کے ساتھ تھا اسے ختم کر دیا۔ اسی لئے اس کے معنی حتمی اور آخری فیصلہ کے آتے ہیں۔ چنانچہ القضی موت کو کہتے ہیں' قضی الیہ کے معنی ہیں' معاملہ کو اس حد تک پہنچا دیا قرآن کریم میں خدا کے متعلق ہے۔ **إِذَا قَضَى أَمْراً** (2:117)- جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے' سورہ طہ میں ہے کہ دربار فرعون کے ساحرین نے فرعون سے کہا کہ: **فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ** (20:72)- جو کچھ تو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر دے' سورہ قصص میں ہے کہ: حضرت موسیٰ نے قبطی کو مکا مارا۔ **فَقَضَى عَلَيْهِ** (28:15) اس کا کام تمام کر دیا۔ اس سے ذرا آگے ہے کہ: حضرت موسیٰ نے اپنے سسر سے کہا کہ: **أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ** (28:28)- ان دونوں مدتوں میں سے جو مدت بھی میں پوری کر دوں۔ سورہ مومن میں ہے۔ **وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ** (40:20) اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔ سورہ مریم میں ہے۔ **أَمْراً مَّقْضِيّاً** (19:21) فیصلہ شدہ بات' طے شدہ معاملہ' مقررہ قانون۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات ہیں۔ صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ کہیں بھی کسی ادارے کا ذکر نہیں' جہاں بھی یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ انفرادی عمل کے نتیجے میں استعمال ہوئی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں سو سے زائد مقامات پر عدل کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس کا مرادف ''قسط'' بھی استعمال ہوا ہے۔

توہین سے متعلق ایک مشہور واقعہ جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہے' کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔

''ایک مرتبہ رات کو حسب معمول گشت فرما رہے تھے' ایک مکان سے کچھ ایسی آواز آئی جس سے ان کو خیال ہوا کہ شاید چند لوگ شغل مے نوشی میں مصروف ہیں۔ آپؓ نے دیوار پر چڑھ کر جھانکا اور ڈانٹ کر پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ اندر سے جواب ملا۔ ہم تو جو بھی کچھ کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ حکم خداوندی کی خلاف ورزی کیوں کی کہ بلا وجہ بدگمانی کی اور ٹوہ لگایا۔ امیر المومنین نے اس دلیل کو قبول فرمایا اور ان لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔''

دوسرا مشہور واقعہ ہے کہ:

''ایک مرتبہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ایک شخص

نے مسجد میں حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ اے عمرؓ تم مجھ سے قد کاٹھ میں زیادہ ہو تم نے مجھے جو کپڑا مال غنیمت میں سے دیا اس سے میری قمیض تو نہ بن سکی اور تمہارا جوڑا بن گیا۔ حضرت عمرؓ نے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ بیٹے نے جواب دیا کہ میں نے اپنا حصہ کپڑے کا بابا کو دیا ہے۔ تب اس کی تسلی ہوئی۔''

حضرت عمرؓ بیک وقت حاکم' منصف' سپہ سالار' فقیہہ' خلیفہ اور بہت کچھ تھے۔ انہوں نے اسے اپنی توہین نہ سمجھا۔ اس کے برعکس ہم کسی جج سے نجی زندگی تو ایک طرف کسی سرکاری فرائض کی ادائیگی کے متعلق بھی نہیں پوچھ سکتے۔ اس کی وجہ ملوکیت کا اسلام ہے' خلافت راشدہ کا نہیں۔

حضورﷺ کی گردن مبارک میں ایک یہودی نے چادر ڈال دی تھی اور اتنا زور لگایا کہ آپﷺ کی آنکھوں میں پانی اتر آیا۔ وہ یہودی اپنا قرض مانگ رہا تھا۔ آپﷺ نے اسے درگزر کر دیا اور برا نہ منایا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آج ہم نے شاتم رسول کے لئے سزائے موت مقرر کر دی ہے' جو درست ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لئے بھی کوئی سخت قانون ہونا چاہئے' دوسری طرف کسی انسانی عدالت میں بیٹھے ہوئے جج یا انسانی وضع کردہ عدالت کی توہین کے لئے سزا مقرر ہے۔ بس یہی فرق ہے اسلامی عدالت اور انگریزی عدالت میں۔

اب آیئے! ذرا عدالت عظمیٰ کے ایک اور گوشے کو بھی جھانک لیں۔

عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کا جج یا جسٹس جب حلف اٹھاتا ہے تو نہ خدا کی قسم اٹھاتا ہے اور نہ ہی اپنے اوپر کسی لعنت پڑنے یا قہر کا اظہار کرتا ہے بلکہ آئین پاکستان جو سراسر غیر اسلامی ہے کے تحفظ کی قسم کھاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسی کی عدالت میں پیش ہونے والا گواہ اللہ پر قسم اٹھانے کے بعد جھوٹ کہنے پر خود کو قہر الٰہی کا پابند کرتا ہے۔ جو کسی صورت میں بھی حلف نہیں بلکہ بددعا ہے۔ اس کے برعکس ہائیکورٹ کا ایک جج برملا بعض حالات میں سچ سے گریز کا اعلان کرتا ہے جبکہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات کا نچوڑ سچ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

یہاں حضرت عمرؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کے نام اس تاریخی خط کا حوالہ دیئے بغیر بات ادھوری رہے گی جس میں انہوں نے محکمہ قضاء کے متعلق انہیں ہدایات جاری فرمائی تھیں:

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔''

''اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کے نام''۔

السلام علیکم ۔ امابعد:

نظام قضاء کا قیام ایک محکم فریضہ اور ایک ایسی سنت ہے جس کا ہمیشہ اتباع کیا گیا ہے لہٰذا جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہو تو تم اس کو اچھی طرح سمجھ لو' اس لئے کہ جو حق نافذ نہ کیا جا سکے اس کے بارے میں باتیں بنانے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ اپنی نشست و برخاست اور چہرے کے تاثرات تک میں لوگوں کے درمیان برابری اور مساوات قائم رکھو۔ تاکہ کوئی با اثر آدمی یہ غلط امید نہ رکھے کہ تم سے کسی کے خلاف کوئی زیادتی کرا لے گا اور کوئی کمزور شخص اس سے مایوس نہ ہو کہ اس کو تمہارے ہاں سے عدل و انصاف نہ ملے گا۔ اور اسی طرح کوئی کمزور شخص تمہاری سختی سے خوفزدہ نہ ہو۔ بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اس شخص کی ذمہ داری ہے جو دعویٰ کی صحت کا انکار کر رہا ہو۔ لوگوں (بعض روایات کے الفاظ میں مسلمانوں) کے درمیان ہر قسم کی صلح' مصالحت اور راضی نامہ جائز ہے' سوائے اس صلح یا راضی نامہ کے جو کسی حرام کو حلال قرار دے دے یا کسی حلال کو حرام قرار دے دے۔

اگر تم نے کل کوئی فیصلہ کیا ہے اور آج تم نے اس پر دوبارہ غور و فکر کیا ہے اور تم کو راہ راست کی طرف راہنمائی حاصل ہو گئی ہے تو محض یہ بات کہ تم کل ایک فیصلہ کر چکے ہو تمہیں ہرگز ہرگز حق کی طرف رجوع کرنے سے باز نہ رکھے۔ اس لئے کہ یاد رکھو حق ایک اٹل حقیقت ہے' اس کو کوئی دوسری چیز باطل یا غلط نہیں ٹھہرا سکتی' اور یاد رکھو! کہ باطل پر اڑے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ حق کی طرف رجوع کر لیا جائے۔

جن معاملات میں قرآن و سنت کی کوئی ہدایت موجود نہ ہو اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتے ہوں۔ ان کے بارے میں خوب غور و فکر اور سمجھ بوجھ سے کام لو۔ ایسے نئے نئے مسائل حل کرنے کے لئے تم پہلے قرآن و سنت میں موجود ملتے جلتے مسائل اور اصولوں سے واقفیت حاصل کرو اور پھر نئے معاملات کو ان اصولوں پر قیاس کر لو۔ اس کے بعد جو حل تمہاری رائے میں اللہ کو زیادہ محبوب' اس کی مرضی کے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ مشابہ معلوم ہو اس کو اختیار کر لو۔ جو شخص تمہارے سامنے یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس اپنے موقف کی تائید میں کوئی حق بات موجود ہے جو اس وقت وہ پیش کرنے سے قاصر ہے تو اس کو اتنی مہلت دو کہ وہ اس بات کو پیش کر سکے' اس مہلت کے اندر اندر اگر وہ کوئی ثبوت لے آیا تو وہ اس کی بنیاد پر اپنا حق

لے لے گا۔ ورنہ بصورت دیگر تمہارے لئے جائز ہوگا کہ تم اس کے خلاف فیصلہ دے دو' اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس کو کوئی عذر پیش کرنے کا موقعہ نہ ملے گا۔ اور اس کی بے بصیرتی اس پر واضح ہو جائے گی:

مسلمان سب کے سب عادل ہیں اور ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف قابل قبول ہے۔ سوائے اس شخص کے جس کو کوئی سزائے موت دی گئی ہو یا اس کے بارے میں یہ تجربہ ہو چکا ہو کہ وہ جھوٹی گواہی دیتا ہے' یا اس (کی جانبداری) کے بارے میں اس وجہ سے کوئی بدگمانی کی جارہی ہو کہ وہ صاح معاملہ کا (جس کے حق میں گواہی دے رہا ہے) کوئی رشتہ دار یا تعلق دار ہے' جہاں تک (گواہی کے معاملہ میں) لوگوں کی پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ اب تمہاری ذمہ داری صرف یہ ہے کہ پیش کردہ ثبوت کی بنیاد پر فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حدود سے بچا لیا ہے کہ سوائے واضح اور مضبوط ثبوت یا قسم کے حد جاری نہیں ہوسکتی۔

غصہ سے پرہیز کرو۔ تنگدلی اور پریشانی سے بچو۔ لوگوں کی مقدمہ بازی سے اکتاہٹ اور تکلیف محسوس نہ کرو۔ اس لئے کہ یہی وہ مواقع ہیں جہاں تمہیں حق نافذ کرنا ہے۔ یہ کام تمہارے لئے اللہ کے ہاں اجر کا موجب اور آخرت میں بہترین ذخیرہ کا سبب بنے گا جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان حق کے معاملہ میں نیت کو صاف اور خالص کر لیتا ہے۔ چاہے اس کا نتیجہ اس کے اپنے ہی خلاف پڑ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو بھی صاف اور خالص کر دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شخص دنیا کے سامنے خود کو اس طرح مزین کر کے پیش کرے گا کہ اصل حقیقت جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے' اس سے مختلف ہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف وہی عبادت قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو' تو بتاؤ! تمہارا کیا خیال ہے۔ اس اجر و ثواب کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی رزق اور اخروی خزائن رحمت کی شکل میں بندوں کے لئے محفوظ کر رکھا ہے؟ والسلام علیکم۔''

یہ خط کاشانہ نبوت کے تربیت یافتہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی کے نام ہے۔ جس میں اصول قضا کی ایسی تصویر کھینچ دی گئی ہے جو رہتی دنیا تک اپنا اثر اور مقام قائم و دائم رکھے گی۔

اس قسم کے کئی خطوط حضرت عمرؓ کی طرف سے اس وقت کے قاضیوں کے نام ہمیں ملتے ہیں۔ قاضی شریح کے نام حضرت عمرؓ کا یہ خط پورے محکمہ قضاء کی بنیاد ہے:

لا تشار ولا تمار ولا تبع ولا تبع فی مجلس القضاء ولا تقض بین اثنین وانت غضبان۔ (البیان والبین' جلد دوم' ص75)۔

کمرہ عدالت کے اندر:

1- نہ تو کسی سے جھگڑا کرو۔

2- نہ بلاوجہ بحث ومباحثہ کرو۔

3- نہ فروخت کرو۔

4- نہ کوئی چیز خریدو۔

اور غصہ کی حالت میں کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرو۔

قاضی شریح 75 سال کوفہ کے قاضی رہے اور تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی۔

محکمہ قضاء کی اہمیت اور نزاکت کا اندازہ اس سے باآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ جب 132 ھجری میں بغداد میں سلطنت عباسیہ قائم ہوئی تو خلیفہ منصور نے بغداد کو دارالخلافہ بنایا۔ 142 ھجری میں امام ابوحنیفہؒ کو خلیفہ نے بلایا اور قاضی کا عہدہ پیش کیا۔ آپؒ نے انکار کر دیا اور فرمایا: ''مجھ میں اس کی قابلیت نہیں ہے''۔ منصور نے کہا: ''آپ جھوٹ بول رہے ہیں''۔ آپؒ نے جواب دیا: ''اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ ایک جھوٹے کو قاضی مقرر نہیں کر سکتے''۔ خلیفہ لاجواب ہو گئے' پھر آپؒ نے انہیں سمجھایا کہ میں عربی النسل نہیں ہوں' اس لئے اہل عرب کو میری حکومت ناگوار گزرے گی لیکن منصور نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو عہدہ قبول کرنا ہوگا۔ آپؒ نے بھی قسم کھا کر کہا کہ ہرگز قبول نہ کروں گا۔ خلیفہ نے آپؒ کو قید کر دینے کا حکم دے دیا۔ ایک روایت کے مطابق آپؒ کا قید میں ہی انتقال ہو گیا۔ اس کے برعکس آج اس منصب کے حصول کے لئے جو کچھ ہوتا ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّهُ وَلاَ تَكُن لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْماً O وَاسْتَغْفِرِ اللّهَ إِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيْماً O وَلاَ تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّاناً أَثِيْماً O يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلاَ يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لاَ يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيْطاً O هَاأَنتُمْ هَـؤُلاء جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلاً O (4:105-109)-

مفہوم: تمہاری طرف یہ کتاب (ضابطہ قوانین) نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے نزاعی امور کے فیصلے اس علم کے مطابق کرو جو اللہ نے تمہیں اس طرح عطا کیا ہے۔ اور ایسا کبھی نہ کرو کہ دغا باز اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے وکیل بن کر جھگڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔

حکومت اور عدالت کا معاملہ بڑا نازک ہے' اس میں انسان کے ذاتی میلانات' فیصلوں پر اثر انداز ہو جایا کرتے ہیں۔ اس سے انسان اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ وہ' ہر وقت' قانون خداوندی کو اپنے سامنے رکھے اور اسی کے پیچھے پناہ لے۔ تم اسی طرح' اپنی حفاظت کا سامان طلب کرتے رہو' قانون خداوندی میں ایسی حفاظت اور مرحمت کا پورا پورا انتظام ہے۔

اس بات کو پھر سمجھ لو کہ جو لوگ ایک دوسرے سے' یا خود اپنی ذات سے خیانت کرتے ہیں۔ ان کی طرف وکیل بن کر جھگڑنے کے لئے نہ اٹھ کھڑے ہو۔ خیانت کرنے والا سمجھتا ہے کہ اس سے اسے کچھ مل گیا ہے' حالانکہ' اس سے' اس کی ذات میں ایسی کمزوری آ جاتی ہے جس سے اس کی انسانی صلاحیتیں مضمحل ہو کر رہ جاتی ہیں (اسی کو خود اپنی ذات سے خیانت کہتے ہیں) سو ایسے لوگ قانون خداوندی کی نگاہ میں کیسے پسندیدہ قرار پا سکتے ہیں؟

یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم' اپنے جرائم' لوگوں سے چھپا سکتے ہیں' اس لئے ہم پر کیا گرفت ہو گی؟ لیکن یہ خدا کے قانون کی نگاہوں سے کیسے چھپ سکتے ہیں؟ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے' جب یہ راتوں کو چھپ چھپ کر' ناپسندیدہ امور کے متعلق مشورے کرتے ہیں' خدا کا قانون مکافات ان کے تمام اعمال کو محیط ہے۔ (40:19)-

(یاد رکھو! خدا کا مکافات ایسا نہیں کہ اس کا سلسلہ صرف اسی دنیا تک محدود ہو۔ کہ اگر کسی نے ایسا انتظام کر لیا کہ وہ یہاں قانون کی گرفت سے بچ جائے تو وہ مواخذہ سے چھوٹ گیا۔ بالکل نہیں' ہر جرم کا اثر مجرم کی ذات پر مرتب ہوتا ہے۔ (17:14) اور انسانی ذات اس کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کا سلسلہ آگے بھی چلتا ہے۔ اس لئے انسان کے اعمال کے نتائج مرنے کے بعد بھی سامنے آ جاتے ہیں۔ بنابریں اگر تم کسی مجرم کے طرفدار بن کر' اس کی طرف سے' اس دنیاوی زندگی میں جھگڑتے ہو (اور اس طرح اسے غلط بیانیوں سے' قانون کی گرفت سے بچا بھی لیتے ہو) تو یہ بتاؤ کہ اس کے اعمال کے ظہور نتائج

کے وقت' اس کی طرف سے کون جھگڑ سکے گا اور کون اس کی وکالت کے لئے کھڑا ہو سکے گا؟

المختصر!: یہ کہ تعلیمات قرآنی کا نقطہ ماسکہ یہی ہے کہ وہ انسانی ذات کو اپنے اعمال صالحہ کے حوالے سے مقام بلند پر پہنچا دے۔ یہیں سے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کا آغاز ہوتا ہے ورنہ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ (95:4-5)- کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ کے نزدیک انسانی اعمال کسی ادارے کے ساتھ نہ تو وابستہ ہیں اور نہ ہی وابستہ کئے جا سکتے ہیں۔

آخر میں ایک گذارش ضروری سمجھتا ہوں کہ جیسے ہماری بڑی عدالتوں کی یہ ایک روایت رہی ہے کہ ہر جج یا جسٹس ریٹائر ہونے سے پہلے کوئی نہ کوئی تاریخی فیصلہ کر جاتا ہے۔ لہٰذا آپ سے بھی عمومی طور پر کچھ اسی قسم کی توقعات کی جا رہی ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو عدالتی نظام کو قرآنی نظام میں تبدیل کرنے کی سفارشات کرتے جائیں۔ موجودہ مشرکانہ نظام کو ختم کر کے خالص اسلامی عدل کے قیام کی سفارش سرفہرست ہونی چاہئے۔ جج صاحبان کا حلف' گواہ کا حلف' کسی جج کی غلطی کی نشاندہی کے لئے کسی اعلیٰ مستقل کونسل کا قیام' قرآن کریم سے بلا واسطہ ہدایات لینے کی سختی سے پابندی کا حکم' عدلیہ کی انتظامیہ پر برتری' عدلیہ کی انتظامیہ سے فوری علیحدگی' انگریز کا قائم کردہ فرسودہ توہین عدالت کے قانون کا خاتمہ' ریٹائرمنٹ کے بعد حصول رزق کے لئے کسی بھی عدالت میں جج کا پیش ہوسکنا بطور وکیل' جو عام طور پر اپنی برتری کی بنا پر ماتحت عدالتوں میں پیش نہیں ہو سکتے' جس سے ایک کی برتری اور دوسرے کی کمتری عیاں ہے اس کا خاتمہ' وغیرہ وغیرہ۔۔۔

مودبانہ التجا

السلام علیکم۔

محترم قارئین! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے فضل سے علامہ غلام احمد پرویزؒ سے زندگی میں شرفِ ملاقات حاصل کرنے والے اور فیضیاب ہونے والے ابھی بہت زیادہ لوگ اندرون ملک اور بیرونِ ملک حیات ہیں۔ اللہ کریم انہیں صحتِ کاملہ اور دین کی خدمت کی توفیقِ کثیر سے نوازے۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ پرویزؒ کے اخلاق و کردار' امانت دیانت' دلیل و برہان' علم و عمل' تحریر و تقریر' صوم و صلوٰۃ' جرأت و ہمت اور قوانینِ خداوندی کی روشنی میں دیگر امور کے حوالے سے اپنے ذاتی تاثرات و مشاہدات سے مطلع فرما کر شکر گزار فرمائیں۔ جن رفقاء و احباب کے پاس پرویزؒ کے 1947ء سے پہلے یا بعد کے نایاب فوٹو یا خطوط اور اشعار وغیرہ موجود ہوں وہ بھی براہِ کرم ادارے میں ریکارڈ کے لئے مرحمت فرما دیں۔ (ادارہ **طلوع اسلام**)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد اشرف ظفر، لاہور

بیادِ غلام احمد پرویزؒ

آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آج نوعِ انسانی کا یہ جمِ غفیر معاشرتی، سیاسی اور تمدنی طور پر اپنے اپنے خود ساختہ نظریات وتصورات کے فریب میں مکمل طور پر اسیر ہونے کے باعث باہمد گر کس قدر غسلِ خوں میں مصروفِ کار ہے لہٰذا اس کے پیشِ نظر اگر اس دور کو تاریک ترین دور متصور کیا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بقول علامہ اقبال ملتِ اسلامیہ نے بھی ہزار سال سے قرآن حکیم جیسی قندیل آسمانی کو چیستاں بنا رکھا ہے اور بقول علامہ پرویز مرحوم ''آج ہماری حالت ظہورِ اسلام سے پہلے کے عرب جیسے لوگوں کی سی ہے۔'' چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ ایسا علمِ انسانی جو وحی کے تابع نہ رہے اس کا ماحصل موسمِ بہار کے دیدہ زیب نظاروں سے لطف اندوز ہو ہی نہیں سکتا۔

محترم پرویز صاحب کی یہی وہ حساس خیالی تھی کہ جس کے پیشِ نظر آپ نے تصوف کی تاریک ترین وادیوں کو عبور کرتے ہوئے معارف القرآن کے سلسلۂ دراز کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ 1941ء میں پہلی جلد ''اللہ'' (بعد میں من ویزداں) کے نام پر شائع ہوئی اور اس کے بعد ابلیس وآدم، انسان نے کیا سوچا، جوئے نور، برقِ طور، شعلۂ مستور، معراجِ انسانیت، سلیم کے نام خطوط، طاہرہ کے نام خطوط، لغات القرآن، مفہوم القرآن اور تبویب القرآن جیسی بلند پایہ تصانیف کے علاوہ ہفتہ واری درسِ قرآنِ حکیم یعنی قرآنِ حکیم کی تفسیر خود قرآنِ حکیم کی روشنی میں پیش کرتے رہے۔ ان دروس کے سلسلہ میں پہلا دور (1960-1967) تک یعنی سات سال پر محیط تھا جبکہ دوسرا دور 1968ء کو الحمد سے لے کر سورۃ مطففین تک اکتوبر 1984ء تک 17 سال جاری رہا۔

آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے اور جن حضرات کو محترم پرویز صاحب کے مذکورہ دروس سننے کی سعادت حاصل ہوئی وہ یقیناً اس امر کی تائید کریں گے کہ قرآنِ حکیم کے یہ دروس جامع، مربوط موتیوں کی ایک ایسی مالا کی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں جو نہایت ہی خوبصورت، عالمانہ لیکن واضح، آسان، سہل اور دلائل و براہین پر مبنی ہیں اور جن سے قرآنِ حکیم کے پیش کردہ نظامِ حیات کو سمجھنے اور اسے عملی طور پر نافذ کرنے میں کسی قسم کی کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔

محترم پرویز صاحب کی طرف سے پیش کردہ یہ قرآنی تعلیم انسان کو باور کرا دیتی ہے کہ تقلید پرستی کے نتیجہ میں عقل کے ماؤف ہونے کے باعث جہالت کا طوق ان کی گردن میں لٹکا رہتا ہے۔ جبکہ فکرِ قرآنی کے حاملین کو یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ غیر قرآنی تصورات کی حاکمیت سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر کوئی انسان، انسانوں کی غلامی سے آزادی حاصل نہیں کر سکتا۔ جبکہ اس کے برعکس انسان علیٰ وجہ البصیرت یہ محسوس کر لیتا ہے کہ ہر روز طلوع ہونے والا سورج اور کائنات کا ذرہ ذرہ منفعتِ انسانی کے لئے نوید کا حامل

ہے۔

آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ محترم پرویز صاحب کی طرف سے پیش کردہ فکرِ قرآنی کے متعلق علیٰ وجہ البصیرت یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح اس کرۂ ارض کی بلندیوں اور پستیوں میں کھلنے والا ہر پھول اپنی اپنی ذات میں خوبصورتی کے ساتھ مختلف قسم کی خوشبو اپنے دامن میں لئے ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح قرآنِ حکیم کا ایک ایک لفظ، اس کی ایک ایک آیت اور اس کی ایک ایک سورۃ اپنے اپنے مقام پر عقلِ انسانی کو جلا بخشنے کے لئے قدم قدم پر ہر آن ایک نیا انداز پیش کرتی ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ وحی کے سمندر سے اٹھنے والے ابرِ رحمت کا ایک ایک قطرہ اپنے اندر مردہ قوموں کے لئے زندگی کا پیغام لئے ہوئے ہوتا ہے۔

میں اس عظیم مفکرِ قرآن محترم پرویز صاحب کے متعلق اور کیا کہہ سکتا ہوں جنہوں نے زندگی بھر کی جگر سوز محنتِ شاقہ کے ساتھ سورج کی شعاؤں سے وقت کشید کرتے ہوئے ہمارے لئے قرآنِ حکیم کو سمجھنے اور سمجھانے میں اس قدر آسانی پیدا کر دی۔ سچ تو یہ ہے اس مردِ قلندر کے طے کردہ ان راستوں کی صعوبات کے پیشِ نظر بقول شاعر مجھے یہی کہنا ہوگا کہ ؎

پاؤں بھی لہولہان تھے ان کے رستے بھی پتھریلے تھے
گھستے گھستے گھس گئے آخر پتھر جو نوکیلے تھے

محترم پرویز صاحب کی طرف سے دیئے گئے دروس کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہی بزمِ طلوعِ اسلام لاہور نے یہ ضروری جانا کہ مفکرِ قرآن علامہ پرویز صاحب کی اس قرآنی تفسیر جو تقریباً سات سو قرآنی دروس پر مشتمل ہے کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کا اہتمام کیا جائے اور ہمارا خیال ہے کہ مطالب القرآن فی دروس الفرقان کا یہ سلسلۂ دراز الحمد سے لے کر والنّاس تک 45 جلدوں پر محیط ہوگا۔ جبکہ اس وقت تک خدا کے فضل و کرم سے اس سلسلہ کی انیس جلدیں سورۃ النحل سے لے کر سورۃ فاطر کے علاوہ پارہ 29، 30 پارہ اور سورۃ فاتحہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہیں۔ جن کی تکمیل کے لئے بزمِ طلوعِ اسلام لاہور محترم ڈاکٹر منظور الحق صاحب اور محمد علی فارق صاحب جیسی علمی شخصیات کی ادبی اور تحقیقی خدمات کی معترف ہے۔ علاوہ ازیں کمپوزنگ کے سلسلہ میں عزیزم محمد ہارون ریاض اور عزیزم رشید صدیقی صاحب کی بھی دلی طور پر مشکور ہے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قارئین کے مطالبے کے پیشِ نظر سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء جو بالترتیب چودہ سو صفحات اور چھ سو صفحات پر مشتمل ہوں گی تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قرآنی تفسیر کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے نوجوان نسل تک زیادہ سے زیادہ پہنچانے کا اہتمام کیا جائے اور وہ اس لئے کہ خاک کے ذروں کا معراجِ کمال تو بے شک یہی تھا کہ وہ بتدریج ترقی کرتے ہوئے پیکرِ انسانی میں متشکل ہو جائیں لیکن معراجِ انسانیت کے لئے تو ابھی سینکڑوں منازل اور باقی ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے وحی کی راہنمائی ہی وہ روشن چراغ ہے جو انسانیت کو غسلِ خوں سے نجات دلانے کا باعث بن سکے گی۔

آخر میں پرویز صاحب کی وہ دیرینہ آرزو جو اپنے اندر تعمیرِ ملت کا سامان لئے ہوئے ہے اور جسے ہم آج تک پورا نہ کر

سکے۔ان کی وہ آرزو انہی کے الفاظ میں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا جو ہمارے سب کے لئے تازیانہ کی حیثیت رکھتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری اس کوتاہی کو تاریخ کے اوراق کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔

آج کی مروجہ روایتی تعلیم کے برعکس قرآنِ حکیم کی منزہ تعلیم کو تدریسی طور پر نوجوان نسل تک پہنچانے کی خاطر محترم پرویز صاحب کی طرف سے ایک کالج کی تعمیر کا خواب تھا لیکن افسوس ان کی زندگی کے بعد آج 25 سال گزرنے کے باوجود وہ پورا نہ ہو سکا جبکہ قرآنِ حکیم کے پیش کردہ نظام حیات کو عام کرنے کی اہمیت کے پیشِ نظر آج سے 32 سال پیشتر آپ نے 3 مارچ 1978ء کو ایک درس میں فرمایا کہ:

''کاش ایک کالج کی تعمیر کا خواب پورا ہو جاتا میری یہ آرزو بھی مرنے کے بعد مجھے نفسِ غیر شعوریہ کی طرح ستاتی رہے گی۔''

نیز مفکرِ قرآن نے اسی حساس خیالی کے پیشِ نظر 22 دسمبر 1978ء کو ایک درس کے دوران ایک بار پھر فرمایا کہ:

''میرے عزیزو! زندگی کے اس مرحلے میں، میں کیا کروں؟ کہیں مجھے نوجوان مل جاتے تو انہیں میں نصاب کے طور پر قرآن پڑھاتا اور انہیں اقبال سناتا۔''

کیا یہ حقیقت نہیں کہ رُبع صدی گزرنے کے باوجود ہم آج تک سرسید کے خطوط پر ایک اکیڈیمی کا بھی آغاز نہ کر سکے۔ بہرحال اقبالؒ کے الفاظ میں، میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

یہ تھا وہ مردِ قلندر جس نے اپنی ساری زندگی قرآنِ حکیم کو سمجھنے اور دوسروں تک پہنچانے میں صرف کی۔افسوس کہ ان کی یہ دلی خواہش پوری نہ ہو سکی وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ:

غم سے مرتا ہوں کہ دنیا میں نہیں ہے کوئی
جو کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد

بہرحال اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مردِ قلندر کی زندگی کی یہ آخری آرزو ہمارے ہاتھوں کب پوری ہوتی ہے اور ہم نویدِ مسرت کے یہ پھول لے کر اس محسنِ ملت کی تربت پر کب حاضر ہوتے ہیں۔

آخر پر میں دورِ حاضر کے اس عظیم قرآنی مفکر کے متعلق اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ:

قضا کس کو نہیں آتی کہ یوں تو سب ہی مرتے ہیں
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مراسلات

لاہور، 2 مارچ 2010ء

محترم جناب مدیر انتظامی ماہنامہ طلوع اسلام لاہور۔

السلام علیکم! عرض ہے کہ ماہنامہ طلوع اسلام کے مارچ 2010ء کے شمارے میں ''دینی مدارس اور حکومت'' کے عنوان سے ایک نہایت جامع اور مدلل مضمون نظر سے گزرا۔ واقعی مسلم ممالک کی ترقی اور عروج کے لئے اشد ضروری ہے کہ علوم کی شرعی اور غیر شرعی تقسیم کے طریقے کو ترک کر کے سکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں ہی دین و دنیا کی ساری تعلیم دی جانی چاہئے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، مستند سیرت نگار، تلمیذِ القرآن اور مفکر و حکیم، سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور نے اپنی تفسیر ''حُسنِ قرآن'' حصہ اول میں مقدمہ کے صفحہ 37 پر تحریر فرمایا ہے:

''آخر میں اس انتہائی المناک و عبرت آموز تاریخی واقعیت کی نشاندہی کر دی جاتی ہے کہ پانچویں صدی ہجری/گیارہویں صدی عیسوی میں انتہائی شاطر و منافق اور قرآن حکیم کے بدترین مخفی دشمن سلجوقی نظام الملک طوسی نے مسلمانوں کے نظام تعلیم سے قرآن حکیم کا نصاب تعلیم و تربیت سارے کا سارا خارج کر دیا اور اس مثالی نظام کی جگہ اپنا غیر قرآنی نصاب رائج کر دیا، جو ''درسِ نظامیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ درسِ نظامیہ میں تزکیہ، سیرتِ نبوی ﷺ، علومِ جدیدہ اور بیان بالقلم کے مضامین کا بھی فقدان ہے۔

اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کہ نصابِ قرآن کی بدولت مسلمانوں نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ زندگی کے ہر مادی اور معنوی شعبے میں حیرت انگیز ترقی کر کے اقوامِ عالم کی قیادت کی تھی تو یہ بھی سچ ہے کہ درسِ نظامیہ کی بدولت مسلمان روبہ اِنحطاط و تنزل ہو گئے اور یہ سلسلہ اب تک جاری و ساری ہے۔ اگر اس کا مداوا نہ کیا گیا تو مسلمانانِ عالم کا داستانِ پارینہ بن جانا شدنی ہے۔ اس کا مداوا صرف یہ ہے کہ قرآن دشمن اور جہل آموز درسِ نظامیہ کو مسلمانانِ عالم کے نظامِ تعلیم سے فی الفور خارج کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایک بار پھر بلا تاخیر قرآن حکیم کا مثالی نصابِ تعلیم و تربیت رائج کر دیا جائے۔

جب سے امتِ مسلمہ کے نظامِ تعلیم و تربیت میں نظام الملک طوسی نے نصابِ قرآن کو نکال کر اپنا جہل آموز درسِ نظامیہ داخل کر کے اسے مروج کر دیا ہے، مسلمان صلوٰۃ کے تقاضے فراموش کر چکے ہیں۔ اس لئے ان کی صلوٰت یا نمازیں بے جان اور غیر موثر ہو چکی ہیں۔''

براہِ کرم عریضہ ہذا کو بھی اپنے موقر جریدے کے اپریل 2010ء کے شمارے میں شائع فرما کر شکر گزار فرمائیں۔

آپ کا مخلص، محمد اکرم راٹھور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(یکے از مطبوعات ادارہ باغبان ایسوسی ایشن)

سبز انقلاب

☆ باغبان ایسوسی ایشن کا ماٹو ''**قرآن فہمی اور باغبانی**'' ہے۔

☆ باغبانوں کے غیر رسمی اجتماعات ہر ماہ کی 15-30 تاریخ کو ہوتے ہیں۔ جن میں باغبان اپنے تجربات، مشاہدات اور دیگر نظری معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی خاص، منفرد قسم کی بات یا دوسروں تک پہنچانے کی ضروری چیز ہو تو اسے نوٹ کر کے باغبان ایسوسی ایشن کے مرکز تک بھی پہنچا دیتے ہیں۔ اس طرح وہ نکتہ ریکارڈ پر آ جاتا ہے۔

☆ باغبان ایسوسی ایشن کی ممبر شپ پوری دنیا میں سب سے آسان ہے۔ سالانہ چندہ صرف دو روپے اور کوئی سے 10 عدد پھلدار پودہ جات کی فہرست اور اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ دے کر ممبر شپ حاصل کی جا سکتی ہے۔ تاحیات ممبر شپ کے لئے -/100 روپے یک مشت ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس کی رسید جاری کی جاتی ہے۔

﴿مری میں باغبانی کے 100 سال﴾

مری میں باغبانی 14-1913ء سے شروع ہوئی تھی۔ جب بیرونی پودہ جات مری میں لگانے کی ابتدا ہوئی۔ اس سے پہلے صرف مقامی پھلدار پودہ جات تھے۔ باغبانوں سے التماس ہے کہ وہ چند معلومات میں تعاون فرمائیں۔ 100 سال کی عمر کے پرانے بزرگوں سے پوچھ کر بتائیں کہ مری میں کس نے؟ کب؟ اور کیا کچھ باغبانی کے لئے کیا۔

☆ **آیئے ہفتۂ شجرکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور سبز انقلاب کے لئے کام کریں۔**

☆☆☆☆☆☆☆

پتہ رابطہ: (1) ملک حنیف وجدانی، صدر باغبان ایسوسی ایشن، سنبل سیداں، نیو مری

(2) صبینہ یاسمین، سینئر نائب صدر، باغبان ایسوسی ایشن، ٹبی سیداں، سوہاوہ، جہلم

(3) تنویر صادق، نائب صدر، باغبان ایسوسی ایشن، مکان نمبر 6/18، گلی نمبر 1، میاں چنوں، خانیوال

JIHAD IS NOT TERRORISM

S L A V E R Y

By
Ghulam Ahmad Parwez
English Rendering by
Shahid Chaudhry

==========

What is human history? It is a story of the hunter and the prey written in blood. Every section of this story is both gruesome and pathetic. But the most morbid part is slavery being a disgraceful blot on humanity. What can be worse than considering fellow human beings your chattel and keep them like cattle? Even this comparison does not give the true picture of the conditions of slaves. The owner of cattle does not throw them to the wolves. But slaves have been actors in this drama too. The best loved diversion of the innately barbarous and inhuman Romans was to throw a helpless slave into the cage of a hungry lion and watch them fight for dear life. Special arenas were prepared for this "sport".

When the last Messenger began his ministry, he saw that slaves were an important part of the society. But, for this flag-bearer of human equality that he was, this ignominy to humanity was intolerable. He declared that it is not legal for a man to consider another man his property. All men are human beings and therefore equal. This is against human honour and dignity that man should be considered a commodity or cattle. Freedom is the birth- right of man. In a human society slavery should come to an end.

Prisoners of War

At that time, the tradition in the world was that the prisoners of war were taken slaves and subsequently their children were considered born slaves. The Quran closed this fountainhead of slavery. It prohibited making slaves of prisoners of war. They would be released either by taking ransom or in good faith.

> Now when you meet in battle your opponents then it is smiting of the necks until you have routed them; then bind fast the bonds; then either give them a free dismissal afterwards or exact a ransom. (47:4)

Slaves of pre-Quranic Times

The prisoners of war till their release remained State guests. After the closure of the fountain the river of slavery would have dried up on its own. But some time was required for this drying up process. The river already had some water and an outlet for it had to be made. At that time slaves were a common feature of almost every Arab household. Slaves worked on their agricultural lands and slave girls did household chores. In this way they had become an integral part of their social and economic life. By freeing them in one stroke would have created complete disorder and chaos in the Arab society of the time. Not only the masters but also the slaves would have found themselves in difficulties. Besides, the Muslims themselves were not in a position to make proper arrangements for all the freed slaves. Therefore, the circumstances demanded that the process of freeing the slaves and the slave girls be carried out in steps and not *en bloc*. Moreover, only in this way they could have adjusted to the demands of a free society. These slaves, as said earlier, already existed in the Arab society. The Quran has called them *maa-malakat aymaanukum* ['those who are in your possession']. All orders of the Quran in the context of slavery are for these slaves only. Once they gained freedom, the very concept of slavery met its doom. For the slaves who existed were slowly but steadily absorbed in the free society and there was no scope for recruiting new ones. The phrase *maa-malakat aymaanukum* is in the past tense. At every place in the Quran only this tense is used for the slaves. This shows that the Quran is referring to only those slaves and slave girls who already existed in the Arab society.

Methods

The Quran employed various methods for the emancipation and betterment of the slaves who already existed (*maa-malakat aymaanukum*) in the Arab society. First of all it encouraged people to free slaves. The Muslims were urged to be kind and considerate to their slaves. They were told that to emancipate a slave was a meritorious act. They could atone for some of their offences by setting a slave free.

> A Muslim would never kill another Muslim except by mistake. If he kills another Muslim by mistake he should set free a believing slave and pay blood money to the family of the deceased. (4:92)

> Freeing the slaves was also to atone for frivolous oaths.
> *kiswatuhum awtah-reeru raqabah.*

> (If you have taken an oath not to partake a particular lawful thing, mind it that) Allah holds you accountable only for oaths taken with serious intent and not for frivolous oaths. The atonement for breaking serious oaths is the feeding of ten poor persons with such food as your family eats, or providing clothes to them or setting a slave free. (5:89)

If a person in a fit of anger calls his wife his mother (to declare his intention of not having any sexual relationship with her at all), this was called *zihar*. This practice now became an offence and could be atoned by setting a slave free.

But those who pronounce the word *Zihar* (mother etc. in state of anger) to their wives then wish to go back on the words they uttered, (it is ordained that such a one) should free a slave. (58:3)

Today, it is hard to understand the difficulty the Arabs had to undergo in such atonements; we can hardly imagine how valuable a slave was to them; it immensely affected their social and economic life because slaves had become part and parcel of their society. In such circumstances it was an act of great courage to free a slave. Hence the Quran has compared it with scaling a mountain during which man loses his breath at every step.

> (But even after these facts) man does not gather strength to scale a mountain. And do you know what scaling a mountain means? It is freeing a slave. (90:11-13)

Manumission

If a slave was noticed to possess the potential to contribute positively to the society by being a free person, a deed for his emancipation was written. Besides, he was given economic support to begin a new life.

> And if any of your slaves ask for a deed in writing (for emancipation) then give them such a deed if you know any good in them; besides, give them something yourselves out of the means which Allah has given to you. (24:33)

After this, the Quran said that marriages of the slaves and the slave girls should be solemnised so that they may begin their family lives and thereby become virtuous members of the society.

> Marry those among you who are single, and the eligible ones among your slaves, male or female. (24:32)

It was decreed that not just the slaves but also 'free' citizens should marry the slave girls.

> Whoever amongst you cannot afford to marry a free believing woman may marry a believing slave girl. If you marry a slave girl do not treat her as inferior (because once she accepts Islam and marries you she is at par with others). Allah knows all about your *Eiman* (conviction in the Divine Order and following it. Remember the only consideration for distinction is *Eiman*, otherwise) the one of you is as the other. (4:25)

Good Behaviour

The masters were instructed to behave properly with good manners with your slaves; one's behaviour towards them should be as good as it was towards one's parents and other near relatives.

> And in dealing with your relatives you must strictly adhere to the laws of Allah and no manmade law should be mixed with them. Accordingly you should do well to: a. parents, b. kin-folk, c. orphans, d. others in need, e. neighbors irrespective of whether they are your relatives or not, f. way-farers who stand in need of your help, and g. those in your charge (slaves) or those who work under you. Allah does not like those who are proud and boastful. (4:36)

Sexual Exploitation

The Arabs, during *jaaheliya* (the pre-Islam Age of Ignorance), as per their custom, maintained sexual relations with their slave girls but never gave them the social status of wives. According to the Quran, that was wrong. If a slave girl has not been freed for one reason or another and the master enjoys sex with her, it was his duty to elevate her to the status of a wife. In this way the Quran by one stroke of the pen changed the derogatory position of a slave girl to the high and axiomatic status of a wife. Their illicit relationships were made lawful. And by giving axiomatic status to the strangeness of their relationship the Quran provided them with equality in marital life and their children were also given due social and legal standing at par with others.

> (Who will be successful?) They are those who guard their modesty. (Successful are those who guard themselves against unlawful sex and every kind of sex perversion). But (lawful) sex with wife or slave girl (elevated to the status of wife) is permitted. (23:5-6)

End of Slavery

Thus the Quran brought an end to slavery. The problem of slaves who already existed in the Arab society was solved and the sources of recruiting new slaves were closed forever. Now the question is: why are methods of eradicating slavery still mentioned in the Quran? The answer is simple: if any community, engrossed with the problem of slavery, embraces Islam then the Islamic State has laws to tackle this predicament.

The Re-emergence of Slavery

With the replacement of Islamic political system by monarchy, the Muslim society again adopted the customs and traditions of *jaaheliya* (ignorant or uncivilised people). This un-Islamic way of life was accepted with such enthusiasm that it has become difficult to find an era in which slave girls in thousands were not present in harems of Muslim sultans. One may ask as to why Muslims reverted to the 'Age of Ignorance' when they had with them the Quran with such clear instructions? Well, they have a backdoor called the Tradition literature through which every brigand thought or act can undauntedly emerge. Therefore, Traditions (*Hadith*) were fabricated in favour of exploiting slave girls. And the tragedy is that these inhuman thoughts and shameless slanders have been attributed to the last Messenger whose piety, modesty, integrity and self-control is beyond doubt. In the six True Books of Tradition (*sihaah e sitta*), there exist such absurd Traditions regarding slave girls that embarrass even the most shameless. We do not have the heart to reproduce them here. Nations opposed to Islam have declared that slavery and prostitution are crime but in the sacred city of Mecca slave girls are openly sold. [1]

---

[1] (G.A. Parwez's note): In 1963 press reports indicated that the government of Saudi Arabia had banned slavery. If this is correct then it is a welcome sign.

> Oh, would that I had died before this and had become a thing of naught, forgotten! (19:23)

This is all due to the Tradition (*hadith*) literature because the Quran had put an end to slavery at a time when no nation had the wisdom to think on these lines. Today's Muslims continue to announce proudly from their pulpits and platforms that Islam put an end to slavery. Yet they themselves are the slaves of tradition and religious folklore.

REFERENCES

Collected Works of Mahatma Gandhi (online) (1998-2007) Berlin: GandhiServe Foundation.
<http://www.gandhiserve.org/cwmg/cwmg.html>

Iqbal, M. (1935) *Baal-e-Jibril.*

Briffault, R. (1919) *The Making of Humanity*. London: George Allen & Unwin Ltd.

Dorsey, G. A. (1931) *Civilisation*. London: Hamilton.

Freud, S. (1953) *Civilisation, War and Death*. London: Hogarth Press and the Institute of Psycho-Analysis.

Inge, W. R. (1910) *The Fall of the Idols* London: Putnam.

Gregory, R. (1940) *Religion in Science and Civilisation*. London: Macmillan & Co. Ltd.

Mencken, H. L. (1934) *Treatise on Right and Wrong*. New York: Alfred A. Knopf.

==========

ENJOY YOUR STAY AT
HOTEL PARKWAY (PVT.) LTD.
NEAR RAILWAY STATION – LAHORE

ALL COMFORTS AVAILABLE:

- T.V. & FAX
- TELEPHONE EXCHANGE
- LIFT, INTERNET
- AIR-CONDITIONED
- CAR PARKING
- EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36365908-12, FAX: 0092-42-36311923,
E-mail:hotel_parkway@yahoo.com

BELIEF IN ONE ALLAH

By

Maj Gen (Rtd) Ihsan-ul-Haq

It was very commendable on the part of Abraham to build a house of God in a desolate place with no cultivation around it. God admires this.

واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم.

"And when Abraham and Ismail raised the foundation of the House : Our Lord, bless our humble effort…" 2/127

واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا بلدا امنا وارزق اهله من الثمرات من امن منهم بالله واليوم الاخر قال ومن كفر فامتعه قليلا.....

"And when Abraham said : My Lord, Make this a secure institution in a safe town, and make the efforts of those who are participating in the building of an international organization, bear fruit…" 2/126

God responded positively to Abraham's wish.

واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى وعهدنا الى ابراهيم واسماعيل ان طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود.

"And when we made the house and institution it represented a place (where humanity would forget their differences based on their selfish requirements) and become united and thus achieve peace. O people of the world, follow the lead given by Abraham and hold fast to the principles of an international organization founded by him. And, we enjoined upon Abraham and Ismail to ensure that this organization is kept safe for those who whish to work for the principles of obedience to the laws of Allah on which this organization is built." 2/125

Abraham had great hopes in the working of an institution which was to strive for unity of mankind in their resolve to evolve a common set of values to ensure global peace.

واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد امنا واجنبني وبني ان نعبد الاصنام. ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع... فاجعل افئدة من الناس تهوى... الثمرات لعلهم يشكرون.

"And when Abraham said : My Lord, make this organization based in this city a beacon of peace and unity for mankind. Enable me and successors to keep away from the temptation of subscribing to institutions based on other than Allah's values. My Lord, such misguided institutions have led many a people astray. Our Lord, to enable this organization to continue to function in my absence, I have asked

a part of my family to live permanently in this unproductive, desolate valley. It would be hard on them but it is necessary so that the institution lives on. Our Lord, the aim of this institution would continue to be unity of mankind in following laws of one Allah alone. O God, make the hearts of people yearn towards them and provide them fruit for their living as well as fruitful results of their efforts so that they are enabled to make full use of God's bounties" -14/35-36

Abraham departed from Mecca after laying the foundations of a noble institution. He had other places to go to initiate and strengthen his noble mission. He left Ismail, his son, behind. Mecca remained a center of civilization for the Arab people for a long time. They used to gather in this town from all corners of the peninsula once every year to commemorate the founding of a noble institution. As usual, the occasion lost its original aim and shape over time and turned into a funfair. Muhammed, a descendent of Ismail and Meccan by birth, was assigned the mission of restoring to Mecca its original pure and noble aim of uniting the whole of mankind on one platform. Vested interests had converted the Ka'aba into a place of profit for themselves. Understandably, they were annoyed when Muhammed proclaimed his aim. They forced him and his followers to leave Mecca and seek protection and freedom in Medina. But wherever Muhammed went, his eyes were fixed on Ka'aba in Mecca from where a clarion call for unity of mankind for a single purpose had originated. It was possible to work for the same mission at Medina also.

ولله المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله ان الله واسع عليم.

"The entire world, the east and the west belong to God. From wherever you are in a position of authority, you can advance the cause of God." 2/115

But Muhammad was keen to be once again in position of authority in Mecca so that the house of God could be cleansed of all the evil customs perpetrated in it, forgetting the noble mission for which it was originally founded.

قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ماكنتم فولوا وجوهكم شطره وان الذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم وماالله بغافل عما يعملون.

"Indeed we are seeing the turning of your face to heaven, so we shall surely restore your authority in the center, Ka'aba, that you cherish in your heart. But while you are not there, keep your eyes constantly on the principles on which the sacred Mosque is based. And, wherever in the world you may be, you should draw you inspirations from the sacred Mosque…" 2/144

People with limited vision will make much of the fact that you have been turned out of Mecca, the birth place of your revolution and the site of an honorable institution that you

hold in respect. They will ridicule your movement and declare its failure because of the fact that you have been forced out of Mecca. The momentum of your movement, they announce, is lost.

سيقول السفهاء من الناس ماولاهم عن قبلتهم التي كانوا عليها قل لله المشرق والمغرب يهدي من يشاء الى صراط مستقيم. وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا ....

"The less discerning amongst people will say "What has turned them out of the institution they had announced to be the inspiration of their movement". Tell them: Our efforts will go on. East and West belong to God. Wherever we are, we will continue to seek the right path. It is, as a result of your steadfastly holding on to your noble purpose, that you have been designated to be an exalted nation, equally available to all for help in providing them guidance and supervising their affairs when they need you. The messenger is keeping a close watch on you so that you do not wander away from your main aim…" 2/142-43

Never mind you have temporarily been deprived of authority in Mecca. Your aim is upholding of principles, not places. Other people hold certain places as sacred, not you. You are to proclaim the Unity of mankind wherever you are placed.

ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات اين ماتكونوا يات بكم الله جميعا ان الله على كل شئ قدير... فول وجهك شطر المسجد الحرام وانه للحق من ربك ومالله بغافل عما تعملون..

"Every people hold certain places and principles sacred to them. So, compete with them in promotion of good for humanity. Wherever you are ever, strive for unity amongst mankind. Remember, wherever you are placed, keep your eyes fixed on the source from which your common values originate, in your case the sacred Mosque in Mecca. And surely, this is the truth from your Lord…" 2/148-149

This is a cruel world. Sometimes you may not be in authority in any place. Do not consider this to be the end of the world. Keep alight the spirit of your noble movement in the confinement of your houses, if circumstances become so dire. Your efforts will bear fruit.

واوحينا الى موسى واخيه ان تبوءا لقومكما بمصر بيوتا واجعلوا بيوتكم قبلة واقيموا الصلاة وبشر المؤمنين.

"And we revealed to Moses and his brother. Take for your people's houses to abide in Egypt and make your houses a place for initiation and strengthening of your noble movement and keep following the laws of God. And give good news to the believers (that their efforts will bear fruit)." 10/87

Muhammad and his followers reentered Mecca as conquerors. There was not a bullet fired. The unbelievers had deprived the believers and other weak people in Mecca of their human rights for a long time. The prophet immediately put this right and in the best tradition of previous messengers, he did not punish the unbelievers for their failings when they were in occupation of Mecca.

قال لاتثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو ارحم الراحمين..

"Yousaf said to his brothers, I do not hold you to account for your previous shortcomings. But henceforth you must come under the umbrella of laws of God for your own good…" 12/92

Now that prophet Mohammad was in political control of Mecca, he once again announced the Ka'aba to be the central Headquarters of Muslims all over the world. On an as required basis, Muslim delegates from all over the world were to visit Mecca on specified dates for presentation of their reports as well as participating in policy formulating conferences. Industrial and trade fairs could be held simultaneously so that, people all over the world would see what new systems and productions had been made for benefit of mankind. Whereas, only Muslims would participate in policy-making convention, others who believed in one God could attend as spectators or possibly contributors of new ideas.

واذن في الناس بالحج ياتوك رجالا وعلى كل ضامر ياتين من كل فج عميق. ليشهدوا منافع لهم ويذكروا اسم الله في ايام معلومات على مارزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير. ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق. ذلك ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه واحلت لكم الانعام الا مايتلى عليكم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور. حنفاء لله غير مشركين به.... ذلك ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب.... لكم فيها منافع الى اجل مسمى ..

"And proclaim to the entire people of the world that (for resolving international issues, and making final policies under divine guidance), they should come to Mecca from distant lands, using such conveyance as available. The aim of their visit is that they should see for themselves, what such an internationally inclined system is doing for their benefit. Dates for such gatherings would previously be notified. While living there, they should slaughter animals in the name of God to feed themselves and others who can not afford it themselves. Then they should, by mutual consultation, devise ways and means to remove deficiencies and shortcomings in humanity so that they can fulfill the task they have assigned to themselves when embarking on this mission. By their actions symbolized by circling the Ka'aba, they must show that they will stand by the principles representing this ancient historical building. So, this is the aim of this get-together. While here, it would be good for you if you would show respect for symbols meant to strengthen your resolve. Eat of the

animals except those made unlawful to you (but remember that eating and drinking is not the purpose for your gathering). You are here for a purpose, so while persuing that, avoid making such policies as would hinder movement in life or weaken your will to work. Trusting on man made idols will lead you in that direction. Also, make sure that the policies you make here have an aim. All actions suggested must assist in achieving an agreed upon goal and not be time wasting work. So you must rid yourself of all other than God in divine guidance. When you have more than one value system, you will be deprived of development as a human to high pedestal. Instead, you will start falling from a high position and you will be like a weak bird who falls from his nest and is then either swept up by a stronger bird or thrown away by strong winds to a place far from where it was safe. This is what happens to people who submit to authorities other than God. On the other hand, those who follow divine laws and also formally show respect to his symbols, this will strengthen their resolve to work for the benefit of humanity (Mere adherence to a formal show of respect to symbols will be of no use). For instance, the animals you slaughter. There is no holiness attached to them or to process of slaughtering. You use them as conveyance and when they get to the Kaaba, you slaughter and eat them and that is it…"22/27-33.

As will be noticed, the Quran lays out in clear terms and in quite some detail, the purpose of Hajj. This has to be elaborated by Muslims themselves to suit their requirements as time goes by. As to when it should be held and for how many days and what is to be done in various places, is left to the discretion of people in successive generations.

الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوف ولاجدال في الحج وماتفعلوا من خير يعلمه الله وتزودوا فان خير الزاد التقوى واتقون يااولي الالباب. ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هدا لكم.....

"The months and dates fixed for Hajj should be notified well in time. (I have, incidentally, mentioned in the chapter dealing with fasting that when and if the Muslim people adopt the solar calendar, they may be well advised to fix the annual gathering at a time when the weather in Mecca is suitable). Then, whoever is privileged to participate in this noble convention, he should, during its entire course, conduct himself in a decent manner. There should be no idle talk or conversation exhibiting sexual tendencies. The debates should be in a calm and cool atmosphere, with restrained language, not trying to do each other down with loud voices. Remember, that whatever you are doing is to advance the cause of God and good of humanity. Also, you should be well equipped with your own requirements and not have to ask others, as far as possible, for satisfying your basic needs. Also, only such people should be asked to participate who are intellectually well equipped to think

of ways and means of how best to advance the cause of Allah. There is no harm in indulging in economic and trade activity. Think of ways how you better the economic lot of the people by best exploiting the bounties of God. After you have been well introduced to each other in Arafat (a general assembly), travel on to the sacred mosque to gather together again (in specialist groups) to ponder over the matter entrusted to you in the light of divine guidance." 2/197-198

واذكروا الله في ايام معدودات فمن تعجل في يومين فلا اثم عليه ومن تاخر فلا اثم عليه لمن اتقى واتقوا الله واعلموا انكم اليه تحشرون.

"Fulfill your mission in advancing the cause of God during the specified periods. If for some important reasons, somebody has to leave early after a day or two, there is no harm. And if some people have to overstay because their group has not yet completed its task, that is all right. Let them extend their stay." 2/203

It will be noticed that along with the main aim of collective deliberations over formulation of policies for the growth of humanity, the Quran is also mentioning certain formal ceremonies to respect the "symbols of God". Most humans find that it strengthens their psyche when they participate in collective activity in a demonstrative way. The ceremony, by itself, is not the productive part. Its contribution is that it adds to human resolve to collectively work for the advancement of a cause. The Quran broadly hints at a general meeting at Arafat, circumambulating the Kaaba and a formal hair cut to mark the end of the proceedings.

The Quran specifically prohibits the hunting of land animals and birds.

يايها الذين امنوا لاتقتلوا الصيد وانتم حرم ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ماقتل من النعم يحكم.... منكم هديا بالغ الكعبة او كفارة طعام مساكين... احل لكم صيد البحر....

"O you who believe, do not hunt animals or birds in the precincts of Kaaba. Prohibition of hunting while you are in the precincts of Kaaba is restricted to only land animals. Hunting of sea animals is lawful." 5/95-96

As discussed before, Mecca is a haven for peace and, therefore, a restriction on hunting is also made to symbolize and highlight peace. But, the Quran does not give details of circumambulation (seven times or more or less), the specific manner of conducting the general assembly at Arafat or the haircut. Other ceremonies which have been incorporated in the proceedings by the Muslims as a tradition, such as kissing the black stone, praying at Abraham's place, drinking the sacred water of Zam Zam, passing briefly through Muzdalifa to pick up stones for striking the devils, the striking of devils and the slaughter of animals as a sacrifice in the way of God are not even mentioned in the Quran. This is not to say that the Muslim people should not evolve certain useful traditions. It is their right to do so. But it is also their right to shed them or to introduce

changes in them when changes in times and circumstances do require so. Mandatory for all times is only those instructions which are given in the Quran as obligatory. Where the Quran gives a choice, it would be unwise not to avail of this concession. Safa (صفا) and Marwa (مروة) are a very good example to illustrate this point.

ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما ومن تطوع خيرا فان الله شاكر عليم.

"Surely, Safa and Marwa are symbols of God amongst so many others. So, whoever participates in Hajj or Umra, there is no harm if he goes round them. The real purpose is to willingly participate in production of useful things for humanity." 2/158

Going round Safa and Marwa was a long-standing pagan custom on the occasion of their annual funfair. The Quran has discouraged the adoption of many a pagan custom but chose to give the Muslims a choice to keep it or shed it as they deemed fit. The Muslims have so far stick to it. In accordance with the Quranic injunctions, they must keep their options open. A ceremony to mark the end of Hajj mission, a haircut is hinted at the Quran although it does not appear to be laid down as a compulsory duty. However, I may well be wrong in my understanding of the Quran. I will quote here the complete passage, which incidentally, also gives directions as to what you should do, if for some reason, you are prevented from participating in these conventions inspite of your having planned to do so.

واتموا الحج والعمرة لله فان احصرتم فما استيسر من الهدي ولاتحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا او به اذى من راسه ففدية من صيام او صدقة او نسك فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدي فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن اهله حاضري المسجد الحرام واتقوا الله واعلموا ان الله شديد العقاب.

"And accomplish the Hajj and Umra for Allah. But if you are prevented, send them whatever contribution you can afford to make. And, shave not your head until your contribution reaches its destination. But, if some one is sick or has an ailment of the head, he may effect compensation by fasting or by making a useful contribution or by doing any act of goodness that he may bind himself to. Then, whenever you can participate in Hajj or Umra, do so and take with you a contribution that you can afford. But, he who cannot find an offering should fast for three days during the stay in gatherings and seven days when you return. These are ten days complete. This is only for those whose families are not with them in the sacred mosque." 2/196

Hajj is the annual convention of a general assembly in the central headquarters at Mecca and Umras are the meetings of various specialist bodies set up by the general assembly for special tasks. Such meetings could be called at any time and for any number of times

at any suitable place. But, of course, it would help if they were held in central secretariat where all facilities are easily available. The fact that you have had the privilege of making your contributions in these collective deliberations, does not mean that you have completed all your duties. You have work to do to put into effect what you have planned.

فاذا قضيتم مناسككم فاذكروا الله كذكركم اباءكم او اشد ذكرا فمن الناس.....

"When you have finished with all your preoccupations, now get on with implementation of plans made and remember to keep in mind the laws of Allah at all time." 2/200

I have deliberately not, so far, discussed a major ceremony that the Muslims have preformed since long as an integral part of Hajj. That is a stay of three days at Mina, a suburb of Mecca during which they slaughter animals as offerings to Allah in the tradition of Abraham and throw stones at three Satans placed in the area. The Quran does not mention any of these traditions. The Muslims are welcome to stick to them as a custom evolved over a period of time but they must not adopt them as if the Quran has mandated them. These activities should be analyzed by the Muslim general assembly to discuss whether they are a useful institution in modern times. I shall briefly examine them in the light of the Quran.

A son was born to Abraham in late age. When the baby became a strong young boy, Abraham thought that he saw God in a dream asking him to slaughter his son.

فلما بلغ معه السعي قال يابني اني ارى في المنام اني اذبحك فانظر ماذا ترى قال يااابت افعل ماتؤمر ستجدني ان شاء الله من الصابرين. فلما اسلما وتله للجبين. ونادیناه ان يااابراهيم. قد صدقت الرؤيا انا كذلك نجزي المحسنين. ان هذا لهو البلاء المبين. وفدیناه بذبح عظيم.

"When he became of age to work with him, he said, "O my son, I have seen in a dream that I should sacrifice you, so what do you say about that? He said, "O my father, do as commanded. As God so wishes, you will find me steadfast". So, when they both submitted and Abraham had thrown his son upon his forehead, We called out to him saying O Abraham, you have indeed fulfilled the vision. Thus we reward the doers of good. Surely it was a great trial and we saved the son for a greater sacrifice." 37/102-107

The Quran does not specify here what the greater sacrifice was. The Muslims believe that God sent a goat from heaven which Abraham slaughtered. To mark this occasion, Muslims all over the world as well as at Mina at Mecca, sacrifice animals for three days. Muslims are free to do so but it is unfair to the Quran to assert that it is done as ordered or indicated in it when it does not do so at all. One the other hand, the Quran refers to

Ismail having been assigned a permanent duty to proclaim the message of God in a far away, desolate strange land.

ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم ربنا ليقيموا الصلاة فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم وارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون.

"O my Lord, I have settled a part of my offspring in an unproductive, desolate valley near your sacred mosque so that he can establish here a society based on your laws." 14/37

This, according to me, is the greater sacrifice for which Ismail was saved. I may be wrong but at least I can quote it from the Quran. A goat from paradise is not even remotely hinted at in it. If the Muslims are so keen to follow in the footsteps of Abraham and Ismail, I would recommend the harder and more useful course as mentioned in the Quran rather than taking an easy way out.

The Quran does talk of slaughtering of animals for food through out the period of Hajj, not just for three days in Mina. Recall - 22/28.

....ويذكروا اسم الله في ايام معلومات على مارزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير.

"And mention the name of Allah on days specified for Hajj over what He has given them of the cattle quadrupeds, then eat of them and feed the distressed ones, the needy." 22/28

In modern times, when hotels provide prepared food and ready for use meat can be bought conveniently in the market, in case one prepares food at home, it would not appear to be necessary to resort to a mass scale slaughtering of animals. This demonstrably, results in waste which is against the injunctions of the Quran.

يابني ادم خذوا زينتكم عند كل مسجد وكلوا واشربوا ولاتسرفوا....

"O children of Adam, attend to your adornment when you gather together in assemblies and eat and drink but be not prodigal : surly he loves nor the Prodigals." 7/31

In recent times, some of the surplus meat at Mina is dispatched to some countries where it is needed in emergencies. This, it is argued, ensures that there is no waste. I would ask these apologists to calculate the expense on transportation of this meat by air. Surely, there is a less expensive and less wasteful course of action.

This is also not true that this is a sacrifice to God. Referring to animals slaughtered during Hajj for food, the Quran says.

والبدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها صواف..... لعلكم تشكرون. لن ينال الله لحومها ولادماؤها ولكن يناله التقوى منكم كذلك سخرها لكم لتكبروا الله على ماهداكم وبشر المحسنين.

"And the camels you slaughter on this occasion are also one of the symbols of God. (Whatever thing or institution helps in strengthening a society based on laws of Allah is called Symbols of God). They are for use by you (not something holy). Slaughter them in lines in the manner prescribed by God. When they fall down on their sides after slaughter, eat of them yourselves and feed the needy and the hungry. We have created them for your consumption so that you can utilize bounties of God for Maximum use. But, always remember that the meat and blood of these animals does not reach God (He does not need these. You need the meat as food for sustenance)." 22/36-37

Muslims men wear a traditional dress during Hajj. It is a type of uniform, a good idea. But I do suggest another look at the dress itself. The Quran does not prescribe a particular type of uniform. Muslims are at liberty to change this uniform if they feel it is necessary. Perhaps, a more working dress is indicated in modern times. Such a uniform as adopted today might well change in future as required by changes in time.

As far as stoning of the three devils on three different days during stay at Mina is concerned, it is not absolutely clear as to when and how this tradition started. It is certainly not even hinted at in the Quran. Whether or not this tradition is practicable or useful in modern times is for Muslim people to decide in an international Islamic moot.

This, then, is Hajj, an institution to remind the people of the world that their future lies in development in coordination among themselves, each strengthening the other when so required.

جعل الله الكعبة البيت الحرام قياماللناس والشهر الحرام والهدى والقلائد ذلك لتعلموا ان الله يعلم مافي السماوات ومافي الارض وان الله بكل شئ عليم.

"This is Kaaba, a place of respect, designed to enable humanity as one unit, helping each other so that they can remain firmly established." 5/97

It was Mecca when the Muslims were dominant power in the world. It is New York in modern times. History marches on. Who knows where the next United Nations organization will be housed, an organization which will ensure stability and peace amongst the people of the whole world.

(Continue)

==========

ENGLISH PAMPHLETS BY IDARA TOLU-E-ISLAM

- Are All Religions Alike
- As-Salaat (Gist)
- Economics System of the Holy Quran
- Family Planning
- How Sects can be Dissolved?
- Human Fundamental Rights
- Is Islam a Failure?
- Islamic Ideology
- Man & God
- Man & War
- Quranic Constitution in an Islamic State
- Quranic Permanent Values
- Rise and Fall of Nation
- Story of Pakistan
- The Individual or the State
- Unity of Faith
- Universal Myths
- What is Islam?
- Who Are The Ulema?
- Why Do We Celebrate Eid?
- Why Do We Lack Character?
- Why is Islam the Only True Deen?
- Woman in the Light of Quran